رجسٹرڈ انگلشیہ ( )

شرح چندہ
سالانہ .... ۔/
ششماہی ....
سہ ماہی ....

قیمت پرانا پرچہ (۴/)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن
ہفتہ وار
مملکت
ایڈیٹر
میر حسن الدین بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ آصفیہ (نمبر ۱)

شرح چندہ
سالانہ .... ۔/
ششماہی ....
سہ ماہی ....

قیمت فی پرچہ (۲/)

جلد (۲) | ۲ مہر ۱۳۵۱ف | ۲۴ رجب ۱۳۶۱ھ | ۸ اگست ۱۹۴۲ء شنبہ | نمبر (۱۷)

ایک خطرناک کھیل

کانگریس اپنا کھویا ہوا وقار حاصل کرنا چاہتی ہے

گاندھی جی کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ

ٹائمز آف انڈیا کے نامندے سے ایک ملاقات کے دوران میں ڈاکٹر جیکر نے کہا کہ وہ لوگ جو مسٹر گاندھی کی تحریک پر اعتقاد نہیں رکھتے اُن کا یہ فرض ہے کہ اُس تحریک کو صورت پذیر ہونے سے روکیں جس کی مسٹر گاندھی دھمکی دے رہے ہیں۔

یہ سمجھنا دشوار ہے کہ ہندوستان کی تاریخ میں ایسے نازک موقع پر مسٹر گاندھی ایسا خطرناک راستہ کیوں اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ میرے خیال میں بعض اور مستطیع ہیں جہاں تک ہندوستان کے سیاسی مطمع نظر کو سمجھنے کے سوال کا تعلق ہے جو ایسے لوگوں کے جو آزادی کے لئے ایک طرح کے ہیجان کی نمائش کرتے ہیں کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا کہ برطانیہ سے ہندوستانیوں کے ہاتھوں میں تدریجاً بار منتقل ہوتا جا رہا ہے اور کچھ عرصہ سے یہ رفتار تیز ہوگئی ہے۔ جذبات کی نمائش کرنے والے ایسے محبان وطن سے قطع نظر بغیر کسی مبالغے کے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہندوستانیوں کے بالمقابل برطانیہ آخری خندق میں ہے۔ اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ برطانیہ اس آخری خندق میں سے رہنا اور ہندوستان کی سیاسی ترقی کو اس کی انتہائی منزل تک پہنچنے سے روکنا نہیں چاہتا۔ اگر کسی ثبوت کی ضرورت ہے تو کرپس کی تجاویز موجود ہیں۔ ان تجاویز میں آزادی اور دستور ساز اسمبلی کو تسلیم کیا گیا ہے اور کانگریس کے یہی دو مطالبات تھے۔ کرپس کی تجاویز کے بعد مسٹر گاندھی کے اس بیان کو باور کرنا مشکل ہے کہ برطانیہ ہندوستانیوں کے ہاتھ میں اقتدار منتقل کرنا نہیں چاہتا۔ یہ ایک قطعی اور واقعی عدم صداقت ہے۔ کرپس کی تجاویز کی ناکامی میرے خیال میں اس واقعہ پر اثر انداز نہیں ہوگی کہ حکومت برطانیہ آزادی کو تسلیم کرتی ہے اگر ہندوستانی نو آبادیاتی حیثیت پر آزادی کو ترجیح دیتے ہیں۔

تنگ نظری۔

یہ سمجھنا دشوار ہے کہ کانگریس نے کرپس کی تجاویز کو کیوں مسترد کر دیا جبکہ ان میں آزادی اور دستور ساز اسمبلی کو تسلیم کیا گیا تھا۔ اگر جماعتی تحریک شروع کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حکمرانی و دفاع منتقل نہیں کیا گیا تو مجھے یقین ہے کہ بہت کم لوگ اس تنگ نظری کو حق بجانب تصور کریں گے۔ اور واقعہ کانگریس کا مطالبہ یہ تھا کہ برطانیہ اپنے مقاصد جنگ کا اعلان کر دے مگر دوران جنگ میں ان مقاصد کو روبہ عمل لانے کا کوئی مطالبہ نہیں تھا۔ تاہم جہاں تک مجھے علم ہے کوئی ہندوستانی اس قابل نہیں ہے کہ حکمرانی و دفاع کے فنی اور جنگی شعبوں کو چلا سکے۔ ہندوستانیوں نے اس مشروع کے مطالبہ کو نظر انداز کر رکھا تھا۔ ان حالات میں دفاع کو ہندوستانی تحویل میں دینے کا مطالبہ بے توقیفی ہے کیونکہ ایک نا واقف شخص کے ہاتھ میں اس کی منتقلی محض برائے نام ہوگی۔ نمائندے جب تمام محکمے منتقل کئے جا رہے ہوں جیسا کہ کرپس کی تجاویز سے ظاہر ہو رہا تھا حکمرانی و دفاع کے منتقل نہ ہونے پر جھگڑنا ایک فضول حرکت ہے۔ ہر شخص جس میں تھوڑی سی بھی عقل سلیم ہو یہ جان سکتا ہے کہ جن امور پر منتقل کئے جا رہے ہیں اگر وہ امور ضروری اور معقول ہوں تو حکمرانی و دفاع ان کی حد تک مزاحمت نہیں کر سکتا۔ جب ۱۹۳۷ء میں کانگریس نے عہدے قبول کئے تھے گورنروں کے خصوصی اختیارات کا بھی مسئلہ ہوا تھا۔ کس قدر حیرت کی بات ہے کہ اس خصوص میں کانگریس خود اپنے تجربے کو بھول گئی۔

خطرناک کھیل

صاف طور پر میری رائے یہ ہے کہ انتشار پیدا کرنے کی اس تحریک میں کانگریس ہمدردی کی مستحق نہیں۔ اس نے ملک کی خدمت گزاری کے ایک بہترین موقع کو ٹھکرا دیا۔ اس نقطۂ نظر سے میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ گاندھی جی کی تحریک یہ مجوزہ اقدام کس طرح ملک کے مفاد کے لئے بہتر کہا جا سکتا ہے۔ مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر گاندھی اور کانگریس اپنے اس وقار کو پھر حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو آغاز جنگ کے بعد وہ کھو چکے ہیں۔ کانگریس دو طرح وقار کے ساتھ زندہ رہ سکتی ہے۔ یا تو وہ راست عمل کی شان و شوکت اور نظر بندی سے زندہ رہ سکتی ہے یا اس قوت سے جو عہدے قبول کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ مسٹر گاندھی نے کانگریس کو عہدوں سے دست بردار ہونے پر مجبور کر دیا اور راست عمل پر بھی آمادگی ظاہر نہیں کی۔ مسٹر گاندھی کی اس بے عملی سے کانگریس کے وقار کو جو دھکا پہنچا وہ کانگریس اور خود مسٹر گاندھی کے لئے خطرناک ثابت ہوا۔ مسٹر گاندھی کے اس خطرناک کھیل کا مقصد اپنی کھوئی ہوئی پوزیشن کو حاصل کرنا اور ایک پر عظمت موت مرنا ہے۔

یہ اقدام ممکن ہے کہ کانگریسی جماعت کے بہترین مفاد کے لئے ضروری ہو لیکن ملک کی خدمت گزاری کا طریقہ یہ درست نہیں ہے۔ اس صورت میں یہ اقدام عظیم ترین خطرات سے مملو اور اس کا نتیجہ ملک کے لئے بہت ہلاکت خیز ہوگا۔

(بقیہ [illegible])

ہفتہ وار
مملکت

جلد (۲)	۲ مہر سنہ ۱۳۵۱ف روز شنبہ	نمبر (۱۷)

ہمارے چند خارجی مسائل

گزشتہ ہفتہ رپورٹ نظم و نسق بابتہ ۱۳۴۹ف کی ہمیں ایک کاپی وصول ہوئی۔ چند سال قبل حالت یہ تھی کہ نظم و نسق کی رپورٹ دو دو تین تین سال کی تاخیر سے شائع ہوا کرتی تھی۔ موجودہ رپورٹ ایک سال کی تاخیر سے شائع ہوئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رپورٹ کی اشاعت کے انتظامات میں کافی اصلاح عمل میں لائی گئی ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے کہ ہر سال کے اختتام پر نظم و نسق کی رپورٹ شائع ہو جائے تاکہ عوام حالات نظم و نسق سے بروقت واقف ہو سکیں۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا سرکاری رپورٹوں کی اشاعت میں تاخیر کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دارالطبع سرکار عالی کے انتظامات طباعت ٹھیک نہیں ہیں۔ چنانچہ رسالہ معلومات حیدرآباد جس کو ہر مہینے کی پندرہ تاریخ پر شائع ہو جانا چاہئے کبھی وقت پر شائع نہیں ہوتا۔ ہمارے خیال میں ان مطبوعات کی اشاعت بروقت اسی صورت میں ہو سکتی ہے کہ یا تو دارالطبع کے انتظامات میں ایسی اصلاح ہو کہ اس میں وقت کی پابندی کا احساس پیدا ہو جائے یا ان کی طباعت کا انتظام خانگی مطابع میں کیا جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر خانگی مطابع میں ان کی طباعت کا انتظام کیا جائے تو اخراجات میں کمی بھی ہوگی اور بروقت ان کی اشاعت بھی ہو سکے گی۔ ہمیں امید ہے کہ متعلقہ حکام ان امور کی جانب بالجلد توجہ مبذول کریں گے۔

بین الحکومتی مسائل

پیش نظر رپورٹ پر ہم کسی اور وقت تفصیلی تبصرہ کریں گے۔ اس وقت ہم رپورٹ کے صرف اس حصہ پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں جس میں ہمارے خارجی حالات سے بحث کی گئی ہے۔ رپورٹ میں یہ بتلاتے ہوئے کہ چونکہ حکومت حیدرآباد نے شرکت وفاق کی نسبت حکومت ہند کے شرائط کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا اس لئے موجودہ "زرد کتاب" کی اشاعت غیر ضروری سمجھی گئی۔ ان خارجی امور کا تذکرہ کیا ہے جن کے متعلق حکومت ہند سے کارروائی عمل میں آئی ہے۔ ان امور کا اعادہ یہاں بے محل نہ ہوگا۔

۱۔ بجوازہ مبحث نظم رعایت کی توسیعات سے متعلق چند ایسے امور جو حیدرآباد سے پیداوار کی برآمد سے تعلق رکھتے ہیں۔

۲۔ اندرون مملکت محروسہ سرکار عالی اراضی ریلوے کے اقتدار کی بحق حیدرآباد منتقلی وغیرہ کہ یہ معاملہ مسئلۂ وفاق کی وجہ سے ملتوی نہ کیا جائے بلکہ اراضی کا استرداد فیصلہ شدہ ہو۔

۳۔ حکومت ہند کے نافذ کردہ قوانین حضرت اقدس و اعلیٰ کے مرتبہ اور وقار کے لحاظ سے حیدرآباد پر متعلق نہیں کئے جا سکتے۔

۴۔ تاج برطانیہ کی پولیس حکومت حیدرآباد کی رضامندی کے بغیر حیدرآباد کے علاقہ میں داخل نہیں ہو سکتی۔

۵۔ معاشی یا دیگر قسم کے قوانین جو حکومت ہند مرتب کرے اور جن کا اثر ریاستوں پر بھی پڑتا ہو ریاستوں سے قبل از قبل استمزاج کے بغیر نافذ نہیں کئے جا سکتے۔

۶۔ سکندرآباد کی درآمد پر محصول عائد کرنے کا حق ہے کیونکہ ان علاقوں پر جو برطانوی نظم و نسق کے تحت ہیں اقتدار اعلیٰ حیدرآباد کو حاصل ہے۔

۷۔ جدید وفاقی ریلوے کے ارباب اقتدار کو جو اختیارات عطا کئے گئے ہیں ان پر اس قسم کی کوئی قید لگا دی جائے کہ وہ ہمارے ریلوے کی عدالت میں بغرض تصفیہ پیش ہو سکیں ورنہ کوئی اختیار ایک ایسی جماعت کے سپرد ہو جاتے ہیں جو حیدرآباد ریلوے سے ہم مسابقت ہے اور پھر بھی برطانوی ہند اور حیدرآباد کی ریلوے کے تنازعات کا تصفیہ بھی کرتی ہے۔

۸۔ حکومت ہند کے اس ادعا کی تحقیق کہ اس کو ہمیشہ ہندوستان کے طول و عرض میں ریلوے کی اعلیٰ ترین اور ادنیٰ ترین شرح کرایہ کو متعین کرنے کا حق ہے۔

۹۔ اس امر کی تنقیح کہ ریزرو ڈیفنس بورڈ ایکٹ اور اسی قسم کے دیگر قوانین کس حد تک حیدرآباد کی ریلوے پر بھی نافذ کئے جا سکتے ہیں۔

۱۰۔ قانون دفاع ہند کے تحت حیدرآباد میں بچوں کا داخلہ ممنوع قرار دیا جائے۔

۱۱۔ سیول ہوابازی کی نسبت مملکت حیدرآباد کی دستوری حیثیت واضح ہو جائے حدود مملکت میں حضرت اقدس و اعلیٰ کے فضائی اقتدار کا تحفظ ہو اور سیول ہوابازی کی نسبت حیدرآباد خود اپنے انتظامات عمل میں لائے۔

متذکرہ صدر امور کی معاشی و سیاسی اہمیت محتاج بیان نہیں۔ ریلوے بورڈ ڈیکن کی واپسی کا مسئلہ ایک خاص اہمیت کا حامل ہے۔ ریلوے کی خریداری کے بعد سے حیدرآباد کے مختلف ادارے یہ مطالبہ کرتے رہے ہیں کہ اراضی ریلوے کا اقتدار بحق حیدرآباد منتقل کیا جائے۔ یہ امر باعث طمانیت ہے کہ محکمہ امور دستوری نے ان اہم امور کی نسبت حکومت ہند سے کارروائی شروع کر دی ہے مگر عوام اس امر سے بے خبر ہیں کہ اس کارروائی کے کیا نتائج مرتب ہوئے۔ ممکن ہے کہ یہ نتائج ۱۳۵۰ف کی رپورٹ نظم و نسق میں بیان کئے جائیں۔ کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ پبلک کو ان نتائج سے بروقت واقف کرانے کے لئے کسی کمیونیکے کے ذریعہ ان کا اعلان کیا جائے؟

چند اور مسائل

ریاستی افواج کی اسکیم کی دستوری نقطۂ نظر سے جانچ کرتے ہوئے محکمہ امور دستوری نے ان مناقشوں پر بحث کی ہے جو کہ مملکت حیدرآباد کے چند علاقوں کی حوالگی کے معاوضہ میں رو بعمل آئی تھیں۔ محکمہ مذکور نے اس امر کو واضح کر دیا ہے کہ اگر ان مناقشوں کی تکمیل نہ ہوگی تو مذکورہ علاقوں کی واپسی لازم آئے گی۔

حکومت ہند نے یہ اعلان کیا تھا کہ ان تمام مصنوعات کا بیرون ہند ممالک کی مسابقت سے تحفظ کیا جائے گا جو جنگی اغراض کے لئے لازمی قرار پائیں۔ محکمہ امور دستوری کی تحریک پر حکومت ہند نے حیدرآباد کو یقین دلایا ہے کہ ان تمام صنعتوں کا جو حیدرآباد میں بھی جنگی اغراض کے لئے قائم کی جائیں اسی طرح بیرونی ممالک کی مسابقت سے تحفظ کیا جائے گا۔ محکمہ دستوری نے یہ تحریک بھی کی تھی کہ جنگی مدد کی غرض سے جو مرکزی مجلس تشکیل دی جائے اس میں حیدرآباد کو بھی انفرادی طور پر نمائندگی کا حق عطا ہو۔ اس کوشش کے نتیجہ کے طور پر ایسٹرن گروپ کانفرنس میں حکومت ہند کے وزیر تجارت و حرفت کے مشیر کے طور پر حیدرآباد کو نمائندگی دی گئی۔

۱۳۴۹ف کے اوائل میں سکندرآباد کے استرداد کا مسئلہ زیر تصفیہ تھا۔ اس مسئلہ میں دستوری نقطۂ نظر سے حسب ذیل امور کی جانچ کی گئی۔ بلدیاتی نظم و نسق، تعمیرات عامہ وغیرہ کی منتقلی، آبرسانی، برقی روشنی، تعلیم و تربیت اور مستردہ رقبہ میں حیدرآباد کے قوانین کا اجراء وغیرہ

یہ ساری تفصیلات محکمے کی آخری سفارشات کے ساتھ حکومت کے آگے پیش کر دی گئی ہیں۔

مجلس وزراء

حکومت حیدرآباد نے اپنے مرتبہ اور وقار کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایوان روساء ہند میں شرکت کئے بغیر ریاست ہائے ہند کے مشترکہ مفاد کے تحفظ کے لئے ایک مجلس وزراء قائم کی۔ اس مجلس کا مقصد جملہ ریاستوں میں مشترکہ معاملات میں ہم آہنگی قائم رکھنا اور مشترکہ مفاد کی حد تک مشترکہ عمل کرنا ہے۔ پیش نظر رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجلس وزراء کسی صورت میں بھی حیدرآباد کو ایوان روساء کے کسی فیصلہ کا پابند نہیں کرے گی اور نہ حیدرآباد ایوان روساء کی سرگرمیوں میں کوئی باقاعدہ حصہ لے گا۔ حیدرآباد کے مرتبہ اور عظمت کے لحاظ سے ایسا تحفظ نہایت ضروری تھا۔ مسئلہ وفاق اور دیگر ریاستی امور میں مجلس وزراء نے جو گراں قدر خدمات انجام دی ہیں ان سے اخبار بین طبقہ بخوبی واقف ہے۔

یہ ایک سرسری خاکہ ہے ان تجارتی مسائل کا جو ۴۹-۱۳۴۸ف میں اٹھائے گئے اور جن کی نسبت حکومت ہند سے کارروائی شروع کی گئی۔ آخر میں ہم پھر ایک بار یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ان مسائل کی اہمیت کے مدنظر ان سرگرمیوں کے نتائج سے پبلک کو وقتاً فوقتاً باخبر رکھنا ضروری ہے۔ ہمارے خیال میں ان سرگرمیوں کے نتائج سے واقف ہونے کے لئے نظم و نسق کی سالانہ رپورٹ کا انتظار کرنا زیادہ مفید نہ ہوگا۔

اجناس کے ذخائر اور نفع اندوزی

مجلس نگرانی نرخ اشیاء نے اپنے ایک حالیہ اعلان کے ذریعہ جو قواعد تحفظ ممالک محروسہ سرکار عالی کے قاعدہ (۲۰) کے تحت نافذ ہوا ہے یہ خواہش کی ہے کہ ہر شخص جس کے قبضہ میں دس من یا اس سے زائد مقدار میں گیہوں ہو یا عام طور سے کہ اس کا قبضہ گیہوں پر کسی حیثیت سے ہے اپنے مقبوضہ گیہوں کی صحیح مقدار اور اس مقام یا مقامات کی اطلاع جہاں گیہوں رکھا گیا ہو اضلاع میں تحصیلداروں کو اور بلدہ میں نائب معتمد مال و افسر اعلیٰ نگرانی نرخ اشیاء کو دے۔ اعلان میں یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ عہدہ داران متعلقہ کسی گودام یا مقام میں جہاں گیہوں رکھا گیا ہو بغرض تنقیح داخل ہو سکیں گے اور جو شخص اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا اس کو تین سال کی سزائے قید دی جائیگی اور جرمانہ بھی عائد ہو سکے گا۔ مجلس نگرانی نرخ اشیاء کا یہ اقدام نہایت مستحسن ہے۔ مگر ہماری رائے میں اس حکم کو صرف گیہوں کی مقدار دریافت کرنے تک محدود رکھنا مناسب نہیں۔ اس کے دائرہ عمل کو تمام اجناس خوردنی تک وسعت دینے کی ضرورت ہے۔ ابھی حال میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ انسپکٹر نگرانی قیمت اشیاء نے تقریباً تین ہزار گیہوں کے تھیلوں کا اسٹاک معلوم کر کے حکومت کو اس کی اطلاع دی۔ اس خبر سے اتنا اندازہ ضرور ہوتا ہے کہ اجناس کے ذخیرے محض نفع اندوزی کی خاطر چھپا کر رکھے گئے ہیں۔ واقف کار حلقوں کا خیال ہے کہ بلدہ اور اضلاع میں اجناس کے کافی ذخیرے موجود ہیں۔ اگر ان ذخائر کی تلاش کی جائے اور ان کو بازار تک لایا جائے تو عامۃ الناس کو گرانی کی وجہ سے پہنچنے والی مصیبتوں کا شکار ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔ اجناس کی گرانی کے دو اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ باہر سے غلہ کی جو درآمد ہوا کرتی تھی وہ ذرائع حمل و نقل کی کمیابی اور واگنوں کی کمی کی وجہ سے بہت گھٹ گئی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ملک کے اندر جو غلہ موجود تھا اس کو بیوپاریوں نے نفع اندوزی کی خاطر چھپا رکھا ہے۔ درآمد اجناس کی نسبت یہ اطلاع ملی ہے کہ ذرائع حمل و نقل کی مشکلات کو حل کرنے کے مسئلہ پر حکومت غور کر رہی ہے اور ہمسایہ صوبوں کی ریلوے سے مطلوبہ واگنوں کی فراہمی کی نسبت گفت و شنید ہو رہی ہے۔ اگر کچھ واگن مل بھی جائیں تب بھی درآمد اجناس کی دشواریوں پر کما حقہ قابو پانا مشکل ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ اجناس کی پیداوار اتنی بڑھائی جائے کہ حیدرآباد خود مکتفی ہو جائے اور اجناس کے جس قدر ذخیرے ملک میں چھپا کر رکھے گئے ہیں ان کی تلاش کی جائے اور ان کو بازار تک پہنچا دیا جائے۔ اگر ایسا کیا گیا تو اجناس کی قیمتیں بھی جو اس وقت عامۃ الناس کے لئے ناقابل برداشت ہو گئی ہیں کم ہو سکیں گی اور عوام کو حسب ضرورت غلہ دستیاب ہو سکے گا۔ ہمیں توقع ہے کہ مجلس نگرانی قیمت تمام ایسے ذخائر کا پتہ چلا کر ان پر قبضہ کرے گی۔ جب تک ذخائر پر نگرانی نہ ہو قیمتوں پر نگرانی مفید ثابت نہ ہوگی۔ ہمیں یہ بھی اطلاع ملی ہے کہ جاگیری علاقوں میں بہ نسبت دوسرے علاقوں کے نفع اندوزی کا بازار بہت گرم ہے۔ اس جانب بھی فوری توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس امر کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ اشیاء احتیاج میں اجناس خوردنی کو کس قدر اہمیت حاصل ہے۔ ایسے نازک حالات میں جو جنگ کی وجہ سے پیدا ہو گئے ہیں اگر کم از کم غلہ کی فراہمی کا انتظام نہیں کیا گیا تو رعایا کے غریب اور نادار طبقوں میں پریشانی اور ہیجان کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ ملک میں امن قائم رکھنے کے لئے ہر قسم کے ہیجان کو رفع کرنے کی بروقت کوشش کی جائے۔

کانگریس کا مجوزہ اقدام اور ریاستیں

معاصر "رعیت" کا مشورہ

قارئین آج کی اشاعت میں پڑھیں گے کہ ریاستی پرجا منڈلوں کے نمائندوں کا ایک جلسہ منعقد ہوگا جس کو پنڈت جواہر لال نہرو صدر کانفرنس ریاستی رعایا اور مہاتما گاندھی ان اہم موجودہ مسائل پر مخاطب کریں گے جو اس وقت درپیش ہیں۔ اسوسی ایٹیڈ پریس کا بیان ہے کہ ریاستی رعایا کی کانفرنس موجودہ سیاسی صورت حال کی نسبت کل ہند کانگریس کمیٹی کی پالیسی اختیار کرے گی جس کے اجلاس آجکل میں بمقام بمبئی منعقد ہونے والے ہیں۔ ہمیں معلوم کہ موجودہ سیاسی صورت کے بارہ میں خود کل ہند کانگریس کمیٹی کیا فیصلہ کرے گی۔ کانگریس کی مجلس عاملہ کی قرارداد وردھا کا جو رد عمل بالخصوص انگلستان اور امریکہ میں ہوا ہے اس کے مدنظر اگر کل ہند کانگریس کمیٹی قرارداد وردھا کی توثیق کرے اور گاندھی جی کو قیادت کا اختیار دیدے جیسا کہ قیاس آرائیاں کی جا رہی ہیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ لیکن اس وقت جو اہم سوال غور کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ ریاستوں کے تعلق سے کانگریس کی کیا پالیسی ہو۔ کوئی شخص بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ریاستوں کے اس وقت جو حالات ہیں وہ کوئی طمانیت بخش ہیں اور بطور واقعہ کے ریاستوں کی رعایا خود بھی ان حالات کی شاکی ہے اور وہ حالات کی تبدیلی چاہتی ہے۔ لیکن یہ ایک بدیہی بات ہے کہ کل ہند سیاسیات میں ریاستوں کی حالت بالکل مختلف ہے جہاں ہندوستانی روساء کی حکمرانی ہے۔ لہذا اگر کل ہند کانگریس کمیٹی "ہندوستان چھوڑ دو" والی قرارداد وردھا کی توثیق کرے اور اس پر مہاتما جی "اپنی" بڑی تحریک جاری کرنے کا فیصلہ کرے تو اس تحریک کے دائرہ کے اندر ریاستوں کو بھی داخل کرنا ہمارے خیال میں مزید پیچیدگیوں کا باعث ہوگا۔ گو ریاستوں میں بھی بلا واسطہ اقتدار اعلیٰ (پیراماؤنٹسی) اپنا کام کرتی ہے لیکن ظاہرا طور پر نہیں۔ لہذا اگر ریاستوں میں بھی کوئی کل ہند تحریک جاری ہو تو اس سے اگر ایک جانب ریاستی رعایا اور ریاستوں کے نظم و نسق میں بالراست تصادم کا خطرہ لگا ہوا ہے تو دوسری جانب والیان ریاست اور برطانوی ہند کے باشندوں کے تعلقات نہایت پیچیدہ ہو جائیں گے۔ خود کانگریس کے مفاد میں اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کے مخالفین کی صفوں میں کم سے کم لوگ شریک رہیں اور اگر کانگریس کا برطانیہ سے کوئی سمجھوتہ ہو جائے تو پھر ریاستوں سے بھی کوئی نہ کوئی سمجھوتہ ہو ہی جائے گا۔ لہذا کانگریسی قائدین سے ہماری اپیل یہ ہے کہ وہ اس وقت ریاستوں کو اپنے حال پر چھوڑ دیں تاکہ حالات پیچیدہ نہ ہوں۔

جاپان اور روس کے تصادم کا امکان

از

ڈی، جی، جانسٹن

روس اور جاپان کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہو رہی ہے۔ غیر جانبداری کے معاہدات کے باوجود ایسا ہونا بعید از قیاس نہیں خاص کر جبکہ روس کی زبردست فوجیں ایشیا کے مشرقی ساحل پر جاپان کے بندرگاہوں اور صنعتی شہروں سے صرف چند سو میل کے فاصلہ پر مجتمع ہوں۔ جاپان کے ایک سربر آوردہ واقفکار نے کچھ عرصہ قبل یہ کہا تھا کہ جب تک ولاڈی وسٹاک سوویٹ روس کے قبضہ میں ہے جاپان محفوظ نہیں رہ سکتا۔ جنوب میں غیر متوقع فتوحات کے نشہ میں چور ہو کر بہت ممکن ہے کہ جاپان ایک مستقل خطرہ کی طرف متوجہ ہو۔

چند سال قبل جاپانی مصنفین اس رائے کا اظہار کرتے رہے ہیں کہ ولاڈی وسٹاک ناقابل تسخیر ہے۔ اگر ان بیانات کا منشا یہ نہیں تھا کہ اس قسم کے پروپگنڈے سے روس کو غفلت میں رکھا جائے تو سنگاپور کی فتح کے بعد جاپانیوں نے اپنے خیالات پر ضرور نظر ثانی کی ہوگی۔ یہ ممکن نہیں کہ جاپان اپنے وقت پر حملہ کرنے کے فوائد کو نظر انداز کر دے جبکہ روس مغرب میں موسم بہار کے حملے کا مقابلہ کرنے میں مصروف ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ جاپان پرل ہاربر کی طرح فتح حاصل کرنے کی توقع میں اچانک اور بلا اطلاع حملہ کر دے۔ سوال یہ ہے کہ کیا سنگاپور کی طرح جاپان ولاڈی وسٹاک کو فتح کر سکتا ہے!

ان دو عظیم الشان قلعوں میں بہت فرق ہے اس فرق پر غور کرنے کے بعد ہماری رہنمائی اس نتیجہ کی طرف ہوتی ہے کہ ہانگ کانگ، سنگاپور، اور دیگر مضبوط مورچوں کے تجربے کے باوجود جاپانی ایک معقول مدت کے اندر ولاڈی وسٹاک کو فتح کرنے کے قابل نہ ہو سکیں گے۔ روسیوں کو غفلت میں رکھنا ممکن نہیں۔ پرل ہاربر سے جو سبق حاصل ہوتا ہے اس سے قطع نظر روس اب تک اس غدارانہ حملے کو بھولا نہیں جو چالیس سال قبل جاپان نے پورٹ آرتھر پر کیا تھا۔

ولاڈی وسٹاک میں متعدد طیران گاہیں موجود ہیں جو ساز و سامان سے تیار ہیں۔ جنگ سے پہلے اس ضلع میں سرخ فوج کی ہوائی طاقت پندرہ سو طیاروں پر مشتمل تھی۔ یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ حملے کے آغاز ہی سے جاپان کو ہوائی تسلط حاصل ہو جائے گا۔

بحری ناکہ بندی

اس میں شک نہیں کہ سمندر میں جاپان کو برتری حاصل رہے گی۔ بہ الفاظ دیگر جاپان موثر طریقہ پر روسی بندرگاہ کی ناکہ بندی کر سکے گا اور مشرقی ایشیا کے دوسرے بندرگاہوں سے روسی مواصلات کو منقطع کر سکے گا۔ لیکن اس کے باوجود جاپانی بیڑہ بلا مزاحمت کام نہ کر سکے گا کیونکہ اس رقبہ میں روس کا ہلکا بحری بیڑہ کافی تعداد میں موجود ہے۔ آبدوز کشتیاں، تارپیڈو، اور تباہ کن جہاز سینکڑوں کی تعداد میں پائے جاتے ہیں اور جاپانی بیڑے کے لئے یہ ناممکن ہوگا کہ سمندر کے تنگ گوشوں میں کام کر سکے کیونکہ بمبار اور تارپیڈو چلانے والے طیارے اس بیڑے کے لئے خطرناک ثابت ہوں گے۔ ساحلی دفاعات اُسی طرح زبردست ہیں جس طرح سنگاپور میں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بڑی توپیں ۱۶ انچ کی ہیں اور دشمن کے جنگی جہازوں کی آمد کو ناممکن بناتی ہیں۔ پورے ساحلی علاقہ پر اس طرح مورچہ بندی کی گئی ہے کہ فوجوں کا اُتارنا دشوار ہے۔ ولاڈی وسٹاک کو سنگاپور پر یہ فوقیت حاصل ہے کہ اس کی خلیج پہاڑیوں سے گھری ہوئی ہے لیکن سنگاپور کا راستہ میدانی تھا۔

براہ راست حملے کے نتائج اسقدر غیر یقینی ہیں کہ جاپانی راست حملہ کرنے کی کوشش نہیں کریں گے جنوب میں اپنی مصروفیت کے باوجود جاپان نے منچوریا اور کوریا میں کافی فوجیں جمع رکھی ہیں اور وہ ایک بڑی مہم کا آغاز کر سکتا ہے۔ جاپانیوں کا منصوبہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ سنگاپور کی طرح ولاڈی وسٹاک پر عقب سے حملہ کیا جائے۔ اس حملہ کا رخ یہ معلوم ہوتا ہے کہ شمال سے بیکال کی طرف اقدام کیا جائے جہاں روس نے نئے صنعتی اضلاع قائم کئے ہیں اور مشرق سے براہ منچوریا روسی مواصلات کو منقطع کر دیا جائے۔

مشرق بعید میں سوویٹ روس نے ایک زبردست فوج جمع کر رکھی ہے۔ زمانہ امن میں اس فوج کی تعداد چار اور پانچ لاکھ کے درمیان ہوتی تھی اور سامان جنگ بھی اسی تناسب سے رکھا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ ایک لاکھ گوریلا فوج ہے جس کو تربیت دی گئی اور اسلحے تقسیم کئے گئے ہیں۔ روسی اطلاعات کے مطابق ان فوجوں کو مغربی محاذ پر منتقل نہیں کیا گیا۔ بلکہ ان افراد کو تربیت دے کر جو مشرقی سائبیریا کے اجتماعی مزرعوں پر کام کرتے تھے اس فوج میں اضافہ کیا گیا۔

سوویٹ روس ولاڈی وسٹاک کو سنگاپور کی طرح محض ایک دفاعی مورچہ تصور نہیں کرتا بلکہ اس کو ایک ایسا مرکز سمجھتا ہے جہاں سے حملہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ بہت ممکن ہے کہ جاپان ولاڈی وسٹاک کا محاصرہ کرے اور اس کے مواصلات منقطع کر دے لیکن اس رقبہ میں غذا، تیل، اور سامان جنگ کا اتنا ذخیرہ موجود ہے جو دو سال تک کام دے سکتا ہے۔ ہوائی حملوں سے اس رقبہ میں تباہی پیدا کی جا سکتی ہے لیکن اس کے دفاعات کو نقصان نہیں پہنچایا جا سکتا۔ اس کے علاوہ محاصرہ کے وقت مدافعت کرنے کی روسیوں میں کافی صلاحیت ہے جیسا کہ سباسٹاپول اور لننگراڈ کے محاصروں نے ثابت کر دیا ہے۔

جامعات حیدرآباد اور میسور کی طبی ڈگریاں

ڈاکٹر بی، سی، رائے کے خیالات

کلکتہ ۱۰؍ اگسٹ۔ ڈاکٹر بی، سی، رائے جو میسور اور حیدرآباد کے سفر سے حال میں کلکتہ واپس آئے ہیں یونائیٹڈ پریس کے نمائندہ سے میسور اور حیدرآباد کی جامعات کی طبی ڈگریوں کو تسلیم کرنے کے متعلق کہا "ریاست حیدرآباد کی جامعہ عثمانیہ اور ریاست میسور کی جامعہ ایک عرصہ سے کوشاں ہیں کہ اپنی طبی ڈگریاں کو ہندوستانی طبی کونسل کے قانون کی فہرست میں داخل کرائیں جس کے نتیجہ کے طور پر ان جامعات کے طبی طیلسانین کو سارے ہندوستان میں تسلیم کر لیا جائے گا۔ یہ سوال اس وقت بہت اہم ہوگیا ہے کیونکہ طبی طیلسانین جنگی کمیشن کی خدمات انجام دینا چاہتے ہیں اور از روئے قواعد اس کمیشن میں داخلہ کے لئے ضروری ہے کہ طبی طیلسانین کو ہندوستانی طبی کونسل تسلیم کرے۔ گو یہ دونوں جامعات ہندوستان میں داخل ہیں لیکن قانون مذکور کے اغراض کے تحت وہ برطانوی ہند سے باہر تصور کئے جاتے ہیں اس لئے طبی کونسل صرف ایسی صورت میں ان جامعات کے طبی طیلسانین کو تسلیم کرے گی جبکہ وہ برطانوی ہند کے طبی طیلسانین کو تسلیم کریں۔

ہندوستانی طبی کونسل کی مجلس عاملہ کے جو اجلاس حیدرآباد بنگلور اور میسور میں منعقد ہوئے ان میں طبی کونسل کی فہرست میں جامعات مذکور کی طبی ڈگریاں کے داخل کرنے کے سوال پر بحث و تمحیص کی گئی مجلس عاملہ نے مذکورہ ریاستوں کے طبی اداروں کا معائنہ کیا اور وہ عنقریب طبی کونسل کے پاس اپنی سفارشات پیش کرے گی۔

آگے چل کر ڈاکٹر رائے نے کہا کہ مذکورہ ریاستوں کے ارباب اقتدار دنیا کی مسلمہ تجاویز کے مطابق اپنے طبی اداروں کو ترقی دینا چاہتے ہیں حیدرآباد کی جامعہ عثمانیہ ایک جرات آمیز تجربہ کر رہی ہے یعنی ملکی زبان اردو کے ذریعہ طبی تعلیم دے رہی ہے وقت ہی ثابت کر دے گا کہ وہ اپنے تجربہ میں کس حد تک کامیاب ہوئی ہے یقیناً ایک طالب علم کے لئے اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرنا مفید ہے اس اسکیم میں صرف ایک خرابی ہے وہ یہ کہ جو طلبہ اپنی مادری زبان میں تعلیم حاصل کرتے ہیں وہ دنیا کے دیگر ممالک کے طلباء کے ساتھ اشتراک عمل نہیں کر سکتے اور نہ وہ موجودہ سائنٹفک ترقی سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں باوجود اس کے ہم اس تجربہ کی کامیابی کے لئے دعا کرتے ہیں آرٹس سائنس دینیات اور قانون کی تعلیم کے لئے جامعہ عثمانیہ کی عمارتیں بہت اچھی ہیں ریاست ایک ہی مقام پر مختلف مضامین کی تعلیم کے لئے تعمیر کے صرف سے ایک وسیع اسکیم کو عمل میں لا رہی ہے میں موجودہ انتظامات اور جامعہ کے آئندہ لائحہ عمل کو دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔

آخر میں جامعہ میسور کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر رائے نے کہا کہ میسور ایک ترقی پذیر ریاست ہے اور ایک حسن کے نئے نیابت دوسروں کو بھی ترقی کا مطالعہ نہایت مفید ہوگا۔

(یونائیٹڈ پریس)

"چلے جاؤ" کے مطالبہ سے پنڈت نہرو کا اختلاف

چند دلچسپ انکشافات

حکومت ہند نے ایک پریس نوٹ جاری کیا ہے جس سے ان معاملات کا انکشاف ہوتا ہے جو سیول نافرمانی کی تحریک کے عقب میں کارفرما تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ختم اپریل پر جب کانگریس کی مجلس عاملہ کا اجلاس الہ آباد میں منعقد ہوا تھا مجلس عاملہ کے ارکان میں سخت اختلاف تھا۔ پنڈت نہرو "ہندوستان سے چلے جاؤ" کے مطالبہ کے مخالف تھے۔ اُن کا یہ استدلال تھا کہ برطانیہ اس پر کبھی راضی نہ ہوگا اور اس کا نتیجہ بالآخر یہ ہوگا کہ جاپانی فوجیں ہندوستان میں داخل ہو جائیں گی۔ پنڈت نہرو کے خیال کے مطابق "گاندھی جی کا یہ تاثر ہے کہ جاپان اور جرمنی جیت جائیں گے۔ ان کا فیصلہ غیر شعوری طور پر اسی تاثر کا تابع ہے۔" ذیل میں مجلس عاملہ کی روداد کی ایک تلخیص پیش کی جاتی ہے۔

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کی یکم مئی سنہ ۱۹۴۲ء والی تجویز کا مسودہ مرتب کرنے کے سلسلے میں کانگریس ورکنگ کمیٹی میں جو بحث مباحثہ ہوا اس کے متعلق بعض کاغذات عام معلومات کے لئے ذیل میں شائع کئے جاتے ہیں۔

ایک ٹائپ شدہ دستاویز کی نقل جو ۲۶ مئی سنہ ۱۹۴۲ء کو آل انڈیا کانگریس کمیٹی الہ آباد کے دفتر کی تلاشی کے وقت پولیس کے ہاتھ آئی۔

ورکنگ کمیٹی کے اس جلسہ (منعقدہ الہ آباد) ۲۷ اپریل تا یکم مئی سنہ ۱۹۴۲ء میں گاندھی جی موجود نہ تھے لیکن انہوں نے کمیٹی کے غور کرنے کے لئے ایک تجویز کا مسودہ بھیجا تھا میرا بہن نے جو اس مسودہ کو لیکر آئیں یہ بتایا کہ جن اصولوں پر اس تجویز کا مسودہ تیار کیا گیا ہے ان کے متعلق گاندھی جی کے خیالات واضح کئے ہیں۔ کمیٹی نے اس مسودہ پر پوری توجہ کے ساتھ غور کیا دیکھئے ضمیمہ نمبر (۱) مسودہ میں حسب ذیل نکات تھے۔

(۱) حکومت برطانیہ سے چلے جانے کا مطالبہ (۲) ہندوستان جنگ کے سلسلہ میں برطانوی سامراج کی وجہ سے داخل ہوا۔ (۳) اس ملک کی آزادی کے لئے کسی بیرونی امداد کی ضرورت نہیں (۴) ہندوستان کا کسی ملک سے جھگڑا نہیں (۵) اگر جاپان نے ہندوستان پر حملہ کیا تو اس کا مقابلہ عدم تشدد سے کیا جائے گا (۶) ترک موالات کی نوعیت کا تعین (۷) بیرونی ممالک کے باشندوں سے ہندوستان کی آزادی کو سخت خطرہ ہے۔

جواہر لال جی

گاندھی جی کے مسودہ میں اس مسئلہ کو جس نقطۂ نظر سے پیش کیا گیا ہے اس پر بہت توجہ کے ساتھ غور کرنے کی ضرورت ہے۔ آزادی کے معنی اور باتوں کے علاوہ یہ بھی ہیں کہ برطانوی فوجیں ہٹالی جائیں۔ یہ مناسب ہے لیکن ان کے ہٹانے کے متعلق ہمارے مطالبہ کے کوئی معنی نہیں ہیں اگر وہ حق آزادی تسلیم کر لیں تو بھی ان کے لئے ایسا کرنا بھلی کی بات نہ ہوگی۔ فوجوں نیز شہری نظم و نسق کے تمام ساز و سامان ہٹائے جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہو جائے گا جو فوراً پر نہ کیا جا سکے گا

اگر ہم جاپان سے یہ کہیں کہ ہماری جنگ تو برطانوی سامراج سے ہے ہم سے نہیں ہے تو وہ کہے گا "بہتر ہے۔ ہم خوش ہیں کہ برطانوی فوج ہٹالی گئی ہم تمہاری آزادی تسلیم کرتے ہیں۔ لیکن اب ہم چند سہولتیں چاہتے ہیں۔ ہم تمہیں حملے سے بچائیں گے ہم ہوائی مراکز چاہتے ہیں اپنے فوجوں کے لئے تمہارے ملک سے گذرنے کی آزادی چاہتے ہیں یہ خود اپنے دفاع کے لئے ضروری ہے" ممکن ہے اس طرح وہ ان مقامات پر قبضہ جمائیں جو جرمنی کے نقطۂ نظر سے اہم ہیں اور پھر عراق وغیرہ کی طرف بڑھیں اگر صرف ان مقامات پر قبضہ ہو جائے جو حربی نقطۂ نظر سے اہم ہیں تو عوام پر اس کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ جاپان ایک سامراجی ملک ہے ہندوستانیوں کی تسخیر جاپانیوں کی اسکیم میں شامل ہے۔ اگر باپو کا نقطۂ نظر تسلیم کر لیا جائے تو ہماری حیثیت علانیہ نہیں اپنے رویہ کی بناء محوری طاقتوں کے ساتھیوں کی ہو جاتی ہے۔ یہ نقطۂ نظر کانگریس کی پچھلی ڈھائی سال کی حکمت عملی کے خلاف ہے۔ اس سے اتحادی ملکوں کو یہ خیال ہوگا کہ ہم ان کے دشمن ہیں۔ کرپلانی جی نے سچ کہا کہ یہ مسودہ ہمارے رویہ کا اعلان ہے۔ انگلستان اور امریکہ اس کا جو مطلب لیں سمجھیں مگر کانگریس کو ان سے کوئی مخالفت نہیں۔

مولانا صاحب

ہماری پوزیشن کیا ہے۔ کیا ہم برطانیہ سے یہ کہدیں کہ چلے جاؤ اور جاپانیوں اور جرمنوں کو آنے دیں یا ہم یہ چاہتے ہیں کہ حکومت برطانیہ رہے اور ان کی دست درازی کو روکے۔ پنت جی ... میں حکومت خود اختیاری کا حق چاہتا ہوں اور اسے ہم جس طرح چاہیں گے کام میں لائیں گے۔ اگر برطانوی فوجوں وغیرہ کا ہٹایا جانا ضروری ہے تو انہیں ضرور ایسا کرنے دیا جائے ہم جانیں اور ہمارا کام۔

جواہر لال جی

اس قسم کا مسودہ ان کی (یعنی حکومت برطانیہ کی) پوزیشن کمزور کر دے گا۔ وہ ہندوستان سے سامان حرب [illegible] باہر کر دیں گے اور یہاں راکھ اور خاک کا ایک ڈھیر لگا دیں گے وہ یہاں بھی وہی کریں گے جو انہوں نے رنگون میں کیا۔

سردار ولبھ بھائی پٹیل

اس مسودہ میں برطانیہ سے کہا گیا ہے کہ تم نے اپنے کو بالکل ناکارہ ثابت کیا ہے "ہم ہندوستان کی مدافعت نہیں کر سکتے ہم خود بھی مدافعت نہیں [illegible] تم کرنے دو گے البتہ اگر تم ہٹ جاؤ تو ہمارے [illegible]

آصف علی

مسودہ میں ہم سے ہمیشہ کے لئے عدم تشدد کا اصول تسلیم کرنے کو کہا گیا ہے۔

اچیت پٹوردھن

یہ بات گاندھی جی کے سامنے پیش کی گئی تھی انہوں نے کہا کہ کانگریس کا رویہ یہ ہو سکتا ہے کہ موجودہ حالات میں عدم تشدد ہی بہترین حکمت عملی ہے

جواہر لال نہرو

اس مسودہ کا سارا پس منظر ایسا ہے کہ لازمی طور پر ساری دنیا یہی خیال کرے گی کہ ہم عملاً نہیں تو اپنے رویہ سے محوری طاقتوں کا ساتھ دے رہے ہیں اہل برطانیہ سے کہا جا رہا ہے کہ "چلے جاؤ"۔ چلے جانے کے بعد ہم جاپان سے مسلح جتھا بندی شروع کر دیں گے اور شاید اس سے کچھ شرائط طے ہو جائیں ان شرائط میں شاید یہ بھی ہو کہ بڑی حد تک غیر فوجی نگرانی ہمیں مل جائے اور کسی حد تک فوجی نگرانی اس کے پاس رہے۔ مثلاً ہندوستانی فوجوں کے گذرنے کا راستہ وغیرہ۔

کرپلانی جی

اس کے معنی ہندوستان سے فوجوں کے گذرنے کے راستے وغیرہ ہی کے کیوں ہیں جس طرح ہم اہل برطانیہ اور امریکہ سے کہتے ہیں کہ اپنی فوجیں ہٹا لیں ٹھیک اسی طرح ہم دوسروں سے بھی کہتے ہیں ہماری سرحدوں سے دور رہو اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ہم لڑیں گے۔

جواہر لال نہرو

آپ پسند کریں یا نہ کریں جنگ کی صورت حال کی ضروریات انہیں مجبور کریں گی کہ وہ ہندوستان کو میدان جنگ بنا دیں محض اپنی حفاظت کے خیال سے بھی وہ الگ نہیں رہ سکتے وہ ملک کے اس سرے تک بہ آسانی چلے جائیں گے۔ آپ بلا تشدد ترک موالات کے ذریعہ انہیں نہ روک سکیں گے۔ آبادی کی کثرت پر فوجوں کے اس طرح گذر جانے کا کوئی اثر نہ ہوگا ہو سکتا ہے کہ افراد اکا دکا کسی نہ کسی ڈھنگ سے مقابلہ کی صورت پیدا کریں۔ جاپانی فوجیں عراق، ایران وغیرہ ہو کر چین کا گلا گھونٹیں گی اور روس کے لئے زیادہ دشواری پیدا کر دیں گی۔

دیگر اسباب سے قطع نظر اہل برطانیہ فوجی اسباب ہی کی بنا پر ہمارے مطالبہ کو نامنظور کر دیں گے وہ اس کی اجازت کیسے دے سکتے ہیں کہ جاپان ہندوستان کو ان کے خلاف استعمال کرے۔ نامنظوری کی صورت میں ہمارا ردعمل یہ ہوگا کہ ہم شعوری یا غیر شعوری اپنے رویہ سے قدرتی طور پر محوری طاقتوں کے ساتھ ہوں گے۔ ہم منطقی حیثیت سے عجیب گتھی میں پھنس جاتے ہیں جاپانی حربی نقطۂ نظر سے اہم مقامات پر قبضہ کرے گا ہم کو یہ سوچنا ہے عام سیول نافرمانی کرنے کا کوئی موقع نہیں ایک ہم سے ہمدردی کرنے کی بہ نسبت [illegible] حکمت عملی پر ہم کاربند ہیں وہ بالکل تبدیل ہو جاتی ہے۔

(بقیہ صفحہ [illegible] پر)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

حیدرآباد جامعہ ملّی حیدرآباد کے مشہور مسٹر وی راجگوپالو نے ۲۰ جولائی کو حکومت ہند کے کمشنر تعلیمات کے پاس ایک یادداشت روانہ کی ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ :۔

"جامعہ عثمانیہ کی درسی کتابیں پروپیگنڈے کی حیثیت رکھتی ہیں، اور ان کا مقصد ہر اس چیز سے نفرت پیدا کرنا ہے جو ہندو کہلاتی ہے .... چنانچہ یہ تعلیم کا مسئلہ سیاسی حیثیت رکھتا ہے جو حیدرآباد پر براہ راست اور سارے ہندوستان پر بالواسطہ طور پر اثرانداز ہوتا ہے۔ یہ ایک منظم کوشش ہے ہندوستان کو تقسیم کرنے اور ایک علیحدہ قوم یعنے پاکستان کے تصور کو تقویت دینے کی۔"

اس سفید جھوٹ کے متعلق ہم معاصر "نیشنل کال" کی رائے معلوم کرنا چاہتے تھے، لیکن ہمیں یہ خیال ہوا کہ معاصر موصوف ایسے موقعوں پر سکوت کو بہترین پالیسی تصور کرتا ہے۔ اور کسی کی پالیسی میں مداخلت کرنا ہماری پالیسی نہیں۔

جاپانیوں سے گاندھی جی نے کیا کہا؟
(ایک معاصر کے اداریہ کی سرخی)

یہی کہا ہوگا کہ :۔

"۔ تمناؤں کی تصویروں میں میٹھا رنگ بھرتا ہوں۔"

جہاں تک لیڈروں کی اولین صفوں کا تعلق ہے ہم نے گزشتہ جمعہ کے جلسہ (یوم مخالف جاپان) میں اس حقیقت کو گہری نظر سے دیکھا کہ اس جلسہ کا پلیٹ فارم صف اوّل کے تمام لیڈروں سے خالی تھا۔ کسی نے بھی ان نوجوانوں کی سرپرستی قبول نہ فرمائی۔

(پیام)

جہاں جلوس کا انتظام نہ ہو، پھولوں کے ہار مہیا نہ کئے گئے ہوں، اور فلک شگاف نعرے لگانے والے موجود نہ ہوں وہاں صف اوّل کے لیڈروں سے یہ توقع رکھنا کہ وہ ان سرپھرے نوجوانوں کی سرپرستی قبول فرمائیں گے قیادت کی توہین ہے۔ ملکی مسائل کی اہمیت کو ہم تسلیم کرتے ہیں لیکن فطرت انسانی بھی تو آخر کوئی چیز ہے۔

پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی نے اورنگ آباد میں ایک مشاعرے کی صدارت کرتے ہوئے فرمایا کہ :۔

"یہ شرف صرف اردو زبان ہی کو حاصل ہے کہ وہ بالکل ناجغرافی حدود ...

ہندوستان کے ہر حصہ ملک کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ اور اس زبان کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہندو تمدن کے امتزاج سے پیدا ہوئی۔"

مگر حیدرآباد کے محبان وطن فرماتے ہیں کہ اردو تلنگانہ کی زبان ہے اور نہ مرہٹواڑی یا کرناٹک کی۔ فطرت کی یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ جغرافی حدود سے بالاتر ہو کر اردو اپنے وطن ہی کی میں بے وطن ہو رہی ہے۔

"ہریجن" کی ایک اشاعت میں گاندھی جی ان لوگوں سے اپنی خفگی کا اظہار کرتے ہیں جو انہیں ہٹلر کی طرح ایک ڈکٹیٹر تصور کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ :۔

"ہٹلر اپنے رفقائے کار سے بحث و مشورہ نہیں کرتا۔ وہ صرف احکام جاری کرتا ہے جن کی خلاف ورزی موت ہے۔ لیکن میں اپنے دوستوں سے کئی روز تک بحث کرتا رہتا ہوں۔"

اس میں شک نہیں کہ گاندھی جی کانگریس کے تعلق نہ رکھنے کے باوجود اپنے ان دوستوں سے جو کانگریس کی مجلس عاملہ کے رکن ہیں اور جو ان کے پرستار بھی ہیں بحث و مشورہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں کہ ان دوستوں سے ان کی بحث کو ماننے کے لئے آمادگی ظاہر نہیں کی ان کو کانگریس سے علیحدہ ہو جانا پڑا۔ ڈاکٹر کھارے، مسٹر نریمان، سبھاش چندر بوس، کامریڈ ایم۔ این۔ رائے، پیشوائے راج گوپال اچاری وغیرہ گاندھی جی کی "صداقت اور عدم تشدد" کا شکار ہو کر سیاسی یتیم بن چکے ہیں۔ آزاد خیالی ہٹلر کے پاس جائز ہے اور نہ گاندھی جی کے پاس۔ مگر فرق صرف یہ ہے کہ گاندھی جی کے جبر و تشدد پر روحانیت کا پردہ پڑا ہوا ہے اور وہ اقتدار کی تبدیلی سے پہلے ہی امر غیرمسئول بن بیٹھے۔ یہ بات ہٹلر کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ یہ سب کرشمے ہیں روحانیت کے۔

امریکہ اور روس کی عورتیں جنگ میں حصہ لے رہی ہیں۔
(ایک خبر)

مگر ہندوستان کی عورتوں کو خانہ جنگی سے زیادہ دلچسپی ہے۔

ہندوستان میں اور خاص کر ریاستوں میں عام طور پر جمہوریت اور جمہوری اداروں کی مذمت اور ان میں کسی کی ایک

فیشن بن گیا ہے۔ (رعیت)

اور ریاستوں میں کانگریس چھاپ جمہوریت کا پرچار کرنا بھی تو ایک فیشن بن گیا ہے۔

اگر والیان ریاست دریا دلی اور فیاضی سے کام لیں تو ان کو کوئی نقصان نہیں۔ اگر وہ شخصی حکومت پر مصر ہیں تو انہیں ہر طرح نقصان اٹھانا پڑے گا۔ میں چاہتا ہوں کہ اس قسم کی شخصی حکومت کو برائے نام نہیں حقیقی معنوں میں عوام کی امانت میں دیدیا جائے۔ انہیں جو مطلق العنانہ اختیارات حاصل ہیں وہ ختم کئے جائیں۔ لوگوں کی آزادی کسی شخص واحد کی مرضی پر منحصر نہ رہے خواہ اس کا نسب کتنا ہی قدیم اور بلند کیوں نہ ہو۔ کیا والیان ریاست آزادی، مساوات، اور اخوت کو بروئے کار لانے میں پیش قدمی کریں گے؟

(مہاتما گاندھی)

ہم سمجھ رہے تھے کہ مہاتما گاندھی جی والیان ریاست کو مخلصانہ نصیحت فرما رہے ہیں مگر ایک پرانے سیاسی کا خیال ہے کہ یہ نصیحت نہیں بلکہ گاندھی جی کی آخری وصیت ہے۔

نامہ نگار "رعیت" نے گلبرگہ سے یہ اطلاع دی ہے کہ مجلس اتحاد المسلمین ابتدائی حلقہ شمالی الاولہ کا ایک غیر معمولی اجلاس عاملہ منعقد ہوا جس میں حسب ذیل قرارداد منظور کی گئی :۔

"یہ اجلاس عبدالصمد سراج الدین صاحب کی جدوجہد آرگنائزری سے علیحدگی کو گہرے رنج و افسوس کے ساتھ دیکھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ تا وقت یا کسی بھی خواہ وقت سے ایسی کارروائی کی توقع نہیں ہو سکتی بلکہ اس کو ان اشخاص کے اثر و نفوذ کی طرف منسوب کرتا ہے جو اپنے عہدے و قار اور سستی شہرت کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ ایسے اشخاص کم و بیش دنیا کے ہر نظام میں پائے جاتے ہیں اور مجلس اتحاد المسلمین بھی ان سے مستثنیٰ نہیں۔"

ہمارا یہ مشورہ ہے کہ مجلس اتحاد المسلمین شمالی الاولہ کے ارکان عاملہ کے خلاف فوراً تادیبی کارروائی کرنی چاہئے جنہوں نے اختلافات کو منظر عام پر لا کر جماعت میں چھوٹ ڈالنا اور مرکزیت کو ٹھیس لگانا ہے۔ کوئی ادارہ اپنی شاخوں کو اظہار رائے کی اتنی آزادی نہیں دے سکتا، اور ہمارا تو یہ پختہ عقیدہ ہے کہ :۔

"۔ آزادی افکار ہے شیطان کی ایجاد"

فلسفۂ عجم

[illegible]

تصنیف علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال

[illegible]

بھوتوں کے منکرین کے لئے لمحۂ فکر

شیخ سلامت صاحب کا خوفناک تجربہ جو نشرگاہ اورنگ آباد سے نشر ہوا۔

شیخ سلامت صاحب ایک اسّی سالہ بزرگ ہیں جن کا بیان ہے کہ ان کی ساری عمر بھوتوں کے ساتھ داؤ پیچ میں گزری۔ شیخ سلامت صاحب نے اپنا ایک خوفناک تجربہ نشرگاہ اورنگ آباد سے نشر کیا جو سطور ذیل میں خود شیخ صاحب کے الفاظ میں پیش کیا جاتا ہے۔ "مملکت"

ہم کس سے کہیں کہ ہماری ساری عمر ان بھوتوں کے ساتھ داؤ پیچ میں گزری ہے۔ آپ کو یہ تو معلوم نہیں ہوگا کہ بھوتوں کی کتنی اقسام ہیں۔ ڈاکی جو بچوں کا کلیجہ کھایا کرتی ہے۔ خبیث جس کا سر کٹا ہوا ہوتا ہے۔ چڑیل جو ناک میں بولتی ہے۔ چھل پایاں جن کے پاؤں پھرے ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر چھیل بیلے کا بچتا جس کے لئے سید انشا نے کہا ہے "چھیل بیلے کے بچنے کی شیطان کی قسم"۔ مگر یہ تمام کہاں سے جانے جو مانے۔ جو سرے ہی سے منکر ہے اس سے کہنا اپنا سر خراب کرنا ہے۔

نواب ...... صاحب کو خدا غریق رحمت کرے اپنے بیٹوں کی شادی اس شان سے کی کہ باید و شاید۔ شادیوں میں آتش بازی، کثیر دولت بیدریغ خرچ ہوتے ہوئے بہت کم دیکھا۔ مجھ سے تو انہیں خصوصیت تھی اور مجھے جب تک ساتھ نہ لیتے گھر سے باہر قدم نہ نکالتے۔ پھر یہ تو شادی خوشی کا سماں تھا۔ میرا ان کے ہمراہ بارات کے ساتھ جانا لازمی تھا۔ گرمیوں کا موسم تھا میرے ساتھی کھڑکیوں کے سامنے اپنے اپنے پلنگوں پر آرام کی نیند سو رہے تھے۔ مگر میں ہجران زدہ عشاق کی طرح کروٹیں بدل رہا تھا۔ اس کشمکش میں یکایک میری نظر کھڑکیوں پر جو پڑی تو سن ہو کر رہ گیا۔ لالٹین کی دھیمی روشنی میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سب ساتھیوں کے سر کٹے ہوئے کھڑکیوں میں رکھے ہوئے ہیں۔ میں نے اس کو اپنی نگاہ کا قصور سمجھ کر آنکھیں مل مل کر دیکھا مگر میرے خوف و حیرت کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا جب کہ میں نے اپنے حصے کی کھڑکی پر اپنے سر کو کٹا ہوا رکھا دیکھا۔ ابھی میں سنبھلنے نہ پایا تھا کہ ان سب سروں نے ایک قہقہہ لگایا۔ رات اندھیاری تھی۔ گرد و پیش تمام سناٹا چھایا ہوا تھا۔ دور جنگلوں میں سے کبھی کبھی گیدڑ کی سامعہ خراش آواز آجاتی اور پھر وہی سناٹا وہی سکوت چھا جاتا۔ بعض اوقات [illegible] ایسے سنسان سماں میں اس خشک ہیبت ناک خوفناک قہقہہ نے میرے بدن میں ایک کپکپاہٹ دوڑا دی۔ میرا جسم کانپنے لگا۔ میرا دل بانسوں اچھلنے لگا اور پسینے کے قطرے میری گردن پر بہنے لگے۔ مگر یہ خوف ایک لمحہ کا تھا۔ یہ گھبراہٹ تھوڑی دیر کی تھی۔ فوراً مجھے خیال آیا کہ میں شیخ سلامت اور خوف! یہ ساٹھ برس [illegible] خوف و ہراس کے نام سے کبھی واقف ہی نہ ہوا۔ اس وقت تھوڑی دیر کی ہراسانی صرف اس لئے ہوئی تھی کہ ناگہانی طور پر منظر پیش ہو گیا تھا۔ میں دفعتاً اپنے پلنگ پر اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور آیۃ الکرسی پڑھ پڑھ کر پھونکنا شروع کیا۔ لیکن جب پھر میں نے کھڑکیوں کی طرف دیکھا تو اس دفعہ نئے منظر سے میری آنکھیں دوچار ہوئیں۔ میں نے دیکھا کہ میرے دوستوں کے سر کھڑکیوں میں سے غائب ہیں اور ان کے بجائے دوسری ڈراؤنی شکلیں اپنی لال لال اور آتشیں آنکھوں سے میری جانب نگران ہیں۔ دفعتاً ان سروں کو جنبش ہوئی۔ اور وہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھنے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ ایک فٹ کی بلندی پر معلق ہو کر قائم ہو گئے۔ میں نے جو غور سے دیکھا تو سر کے نیچے ایک چھوٹا سا دھڑ نمودار ہوا۔ ننھے ننھے ہاتھ پاؤں اور ٹانگیں بالکل اس طرح جیسے انسانی سر کے نیچے گڑیا کا دھڑ لگا دیا جائے اور پھر۔ پھر وہی قہقہہ پہلے سے زیادہ بلند وحشتناک اور تمسخر آمیز۔ میں سمجھ گیا کہ یہ پکے بھوت ہیں نوع انسانی کی طرح ان میں بھی جاہل اور تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ تعلیم یافتہ ارواح خبیثہ کا قاعدہ ہے کہ جب ان کے دفعیہ کے لئے کچھ پڑھا جائے تو وہ بھی کچھ پڑھ کر عمل کے اثر کو باطل کر دیتی ہیں۔ سوچنے لگا کہ ان سے عہدہ برآ ہونے کی کیا ترکیب کی جائے۔ میں ان کو چھیڑ چکا تھا اور اب باقاعدہ سلسلۂ جنگ شروع ہو جانا لازمی تھا۔

میں ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ یہ سب بھوت خوفناک شکلیں بناتے ہوئے میری جانب بڑھے۔ میں نے جھٹ کر اپنی لکڑی اٹھالی اور مجنونانہ طور پر ہاتھ چلانے شروع کئے۔ بھتیرے پینترے بدل بدل کر وار کرتا رہا۔ مگر وہ میرے چاروں طرف منڈلا رہے تھے اور موقع پا کر کبھی میرے کان پکڑ کر کھینچتے کبھی بال پکڑ کر کھینچتے کبھی تیز ناخن چبھوتے اور کبھی کاٹ کھاتے۔ ان کی صورتوں میں یہ نئی تبدیلی ہو گئی تھی کہ ان کی لمبی لمبی ڈاڑھیاں نکل آئی تھیں وہ کلکاریاں [illegible] بل کھاتا، اور بھوت کے ہاتھ [illegible] آتا تھا۔ مگر سب بے سود میرے سب وار وہ بچا جاتے تھے۔ آخر کار میں تھک کر پست ہو گیا۔ میں نے لکڑی پھینکی اور چادر اوڑھ کر اور چاروں طرف سے خوب زور کے ساتھ لپیٹ کر لیٹ گیا۔ مگر وہ کب چھوڑنے والے تھے۔ میرے پیٹ سینہ پر دھما چوکڑی مچاتے رہے۔ دفعتاً وہ سب میری چادر کو لپٹ گئے اور اتار کر دور پھینک دیا۔ میں پھر بھی آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ انہوں نے میرے پپوٹے کھینچ کر آنکھیں کھولنی شروع کیں۔ میں دق ہو کر اٹھ بیٹھا۔ اور وہ ہنستے ہوئے دور دور بھاگ گئے۔ یکایک ان میں سے چار آ کر میرے پلنگ کے پایوں سے لپٹ گئے۔ اور اسے ہوا میں اٹھا لیا باقی ماندہ غائب ہو گئے۔ اور پل بھر میں بڑے بڑے پتھر لئے ہوئے آئے۔ اور میرے اوپر سنجیدگی سے ہلانا شروع کیا۔ میں چپ بیٹھا ہوا یہ تماشا دیکھ رہا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ پلنگ لیکر آگے بڑھے اور دروازہ کے پاس لے جا کر اتار دیا۔ میں خموشی سے اٹھا اور پلنگ کھینچ کر اپنی جگہ پر لے آیا۔ پھر میرے لیٹتے ہی انہوں نے اسی اطمینان سے پلنگ اٹھایا۔ اور وہیں لے جا کر رکھ دیا۔ میں پھر پلنگ کھینچ لایا۔ جب تیسری بار میں پلنگ کھینچنے لگا تو وہ سب ایک ساتھ پلنگ کے ایک طرف چمٹ گئے۔ اور انتہائی کوشش کے باوجود میں ایک انچ نہ سرکا سکا۔ میں مجبور ہو کر وہیں لیٹ گیا انہوں نے میرے بدن کو اپنا بازی گاہ بنا لیا۔ ساری رات وہ مجھے اسی طرح دق کرتے رہے۔ خدا خدا کر کے صبح ہوئی اور ملا صاحب کی اذان کے ساتھ مجھے اس مصیبت سے نجات ملی۔

رات کی واردات نے میرے تمام بدن میں درد و اضمحلال کی سی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ میں نے دن بھر سونے میں گزارا اور شام کو اپنا سامان خود نواب صاحب کی قیام گاہ پر اٹھوا منگوا لیا۔ یہ ہے وہ سانحہ جو اس بوڑھے نیاز مند کے ساتھ پیش آیا۔ اب کیا فرماتے ہیں حضرات منکرین بھوتوں کے عدم وجود کے مسئلہ میں۔ فقط۔

ملک سرکار عالی کے معدنی وسائل

۲۵ - معدنیات کی دریافت

ڈاکٹر ایچ میرن کو جو حکومت ہند کے سابق ناظم طبقات الارض ہیں حکومت سرکار عالی نے اسپیشل افسر اور مشیر معدنیات حکومت سرکار عالی کی حیثیت سے مامور کیا۔ انہوں نے معلوم ہوا کہ ریاست معلومات حاصل کرنے کے لئے ریاست کے کئی علاقوں کا دورہ کرنے کے بعد ایک لائحہ عمل مرتب کیا جس میں ان علاقوں کو ترجیح دی گئی ہے جہاں فوری معاشی استفادہ کے امکانات ہیں۔ اس لائحہ عمل کے مطابق پہلے اضلاع محبوب نگر اور نلگنڈہ کی تحقیقات مکمل کی جائیں گی اور دریائے کرشنا کے شمالی جانب ہیرے کے ذرات رکھنے والے مرکبات پر خاص توجہ کی جائے گی۔ اضلاع ورنگل، کریم نگر اور میدک اور اضلاع عادل آباد اور نظام آباد کے بعض حصوں کی پیمائش ایک ساتھ ہوگی۔ کیونکہ یہاں کی سائنٹیفک اور معاشی اہمیت رکھنے والے معدنیات ملنے کی توقع ہے۔ ڈاکٹر میرن کے بتائے ہوئے پروگرام کے مطابق کام شروع ہو چکا ہے۔

اس وقت تک جو تحقیقات ہوئی ہیں معاشی اہمیت رکھنے والی (۲۵) معدنیات کا پتہ چلا ہے لیکن ابھی یہ معلوم نہیں ہوا کہ ریاست میں ان کی اتنی مقدار ہے بھی یا نہیں جس سے بڑے پیمانے پر متعلقہ صنعتوں کا آغاز ہو جائے لیکن چونکہ ابھی تقریباً دو تہائی ریاست کی پیمائش باقی ہے اور اس کے بعض حصوں میں معدنیات کے کثیر مقدار دستیاب ہونے کی توقع ہے اس لئے امید کی جا سکتی ہے کہ ان میں سے اکثر معدنیات کی اتنی مقدار حاصل ہوگی جس سے صنعتی طور پر استفادہ کیا جا سکے۔

باپو کے مطالبہ "چلے جاؤ" پر پنڈت نہرو کا اختلاف

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۱)

جہاں تک کہ اس کام یا عمل کا تعلق ہے باپو کے مسودہ میں کوئی دشواری نہیں لیکن مسودے کا سارے کا سارا خیال اور پس منظر جاپان کے حق میں ہے ہو سکتا ہے کہ جان بوجھ کر ایسا نہ کیا گیا ہو اس فوری صورت حال میں جو اس وقت درپیش ہے ہمارے فیصلوں پر تین باتیں اثر انداز ہیں (۱) ہندوستان کی آزادی (۲) بعض بڑے بڑے مقاصد سے ہمدردی (۳) جنگ کا بظاہر حالات انجام کہ کون جیتنے والا ہے۔ گاندھی جی کا خیال ہے کہ جاپان اور جرمنی جیتیں گے یہی خیال بیرونی سطح پر ان کو اس کا اور اک ہو ان کے فیصلہ میں کارفرما ہے اس مسودہ میں جو صورت پیش کی گئی ہے وہ اس سے مختلف ہے جو میں نے پیش کی ہے۔

اچت پٹوردھن

جواہر لال جی نے جو پس منظر پیش کیا ہے مجھے اس سے اتفاق ہے مگر کچھ دشواریاں ہیں حکومت برطانیہ ایسا ڈھنگ اختیار کر رہی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود کشی پر آمادہ ہے اگر ہم کچھ نہیں کرتے تو جواہر لال جی کے رویہ کی بنا پر ہم اس برطانوی نظام کے ساتھ جسے ختم ہونا ہے کھلا ہوا غیر مشروط تعاون کرنے پر مجبور ہوں گے اگر ہندوستان کی جنگ دیوال کو لڑتا ہے تو ہم ان کے ساتھ وابستہ ہو کر اپنے لئے برائی مول لیں گے ہم اتحادی قوموں کا ساتھ دینے کے متعلق تذکرہ کرتے ہیں مجھے شک ہے کہ امریکہ ترقی پسند طاقت ہے۔ ہندوستان میں امریکی فوج کی موجودگی سے ہماری صورت حال کچھ بہتر نہیں ہو جاتی۔ میں ہونے والی پیش کش کے خلاف تھا مگر میں کے ساتھ گفت و شنید کا مخالف نہ تھا۔ اس گفت و شنید کے منقطع ہو جانے کے بعد جواہر لال جی نے جو بیان اس سے مجھے تکلیف ہوئی جو رجحان خیال اس میں ظاہر کیا گیا ہے وہ ہمارے لئے ایسی صورت پیدا کر دیتا ہے کہ ہم برطانیہ کے ساتھ غیر مشروط تعاون پر مجبور ہو جائیں۔ برطانیہ کے ساتھ ہمارے تعاون کے معنی جاپان کو دعوت دینے کے ہیں۔

راجندر بابو

ہم اس وقت تک مناسب ماحول پیدا نہیں کر سکتے جب تک کہ ہم باپو کے مسودہ کو منظور نہ کر لیں۔ حکومت نے مسلح مقابلے کے لئے دروازہ ہی بند کر دیا ہے اس لئے ہمیں باپو کے اصولوں کو مضبوط کرنا ہے۔

گووند ولبھ پنتھ

جہاں تک عدم تشدد کا تعلق ہے کوئی اختلاف رائے نہیں ہو سکتا ہے کہ اس کے مؤثر ہونے میں کچھ کلام ہو بلا تشدد ترک موالات سے کوئی مظاہرہ مقصود نہیں۔ اس کا مقصد حملے کو روکنا اور تسلط کا مقابلہ کرنا ہے لیکن مسلح مقابلے کے بارے میں ہمارا رویہ کیا ہو گا کیا ہم اس کی حمایت کریں گے یا کم از کم کوئی ایسی بات نہ کریں گے جو اس میں رکاوٹ پیدا کرے۔

جواہر لال نہرو

باپو کے اصل مسودہ میں جو نقطۂ نظر پیش کیا گیا تھا وہ اس میں ابھی جوں کا توں باقی ہے اگرچہ بعض ان ترمیموں سے جو بابو راجندر پرشاد نے اصل مسودہ میں پیش کی تھیں (۱) یہ نقطۂ نظر اس رویہ میں تبدیلی ہے جو ہم نے اتحادیوں کے متعلق اختیار کیا ہے۔ کم از کم میں تو اپنی سو فیصدی ہمدردی کا وعدہ کر چکا ہوں۔ میرے لئے بڑے شرم کی بات ہو گی کہ میں اپنی اس حیثیت سے دستبردار ہو جاؤں۔ کوئی وجہ نہیں کہ اس قسم کے انتخاب کا کوئی موقع پیش آئے لیکن اس نقطۂ نظر میں ایسا سوال پیدا ہو گیا ہے مسودہ میں جو حصہ مقابلہ کرنے کے متعلق ہے وہ کسی حد تک معقول ہے۔ والیان ملک اقلیتوں کے متعلق جو حصہ ہے وہ حقیقت پسندی پر مبنی نہیں۔ ہم برابر اسی اصول کے مطابق سوچ رہے ہیں جو کبھی تھا کہ جو اس وقت ہے اور وہ بات تیزی کے ساتھ بڑھنے والی صورت حال میں خطرناک ہے۔

جہاں تک ان باتوں کا تعلق ہے ہم میں کوئی اختلاف نہیں یعنی (۱) حکومت کے متعلق ہمارا رویہ (۲) حکومت کے ساتھ تعاون کرنے سے ہماری کلی معذوری یہ ضرور ہے کہ خود کفالت اور دفاع ذات کے متعلق جو ہمارا پروگرام ہے اس سے حکومت کو دہشت ہے مگر کیا کیا جائے کوئی چارہ کار نہیں۔ (۳) ہم برطانیہ کو اس کی جنگی جد و جہد میں پریشان نہیں کرتے کیونکر ایسا کرنا خود اپنی جگہ حملہ آور کی مدد ہے ہم سب ان امور پر تو متفق ہیں البتہ طریق کار میں اختلاف ہے۔ یہ سچ ہے کہ جو صورت میں پیش کرتا ہوں وہ مختلف ہے اس لئے میں جس پہلو پر زور دوں گا وہ بھی مختلف ہو گا۔

پنت جی

اس مسودہ کو جانچنے کی ایک ترکیب یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ آیا یہ تجویز ہماری تجاویز کے منافی تو نہیں کرپس کی پیش کردہ تجاویز کی مذمت میں جو لب و لہجہ اختیار کیا گیا ہے وہ حد سے متجاوز ہے اگر کرپس کی پیش کردہ تجاویز اتنی ہی بری تھیں تو ہم نے ان پر اتنا وقت بھی کیوں صرف کیا۔ میرا رویہ تو آج یہ ہے کہ ہم کو چاہئے کہ ہم ملک کی مدافعت میں اپنی پوری کوشش صرف کر دیں اور بہت سی باتیں حیرت انگیز کر ہیں۔ اگر میں برطانیہ کے ساتھ تعاون نہیں کر سکتا تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ یہ بات ہماری شان کے خلاف ہے لیکن جو صورت اس مسودہ میں پیش کی گئی ہے اس کی بنا پر تو ہر سپاہی جو مجھے نظر آتا ہے میرا دشمن ہے۔

آصف علی

اس مسودہ میں محوری طاقتوں سے جو اپیل کی گئی ہے وہ کچھ مؤثر ثابت نہ ہو گی اپیل برطانیہ سے یہ کہنا کہ "چلے جاؤ" کسی کے لئے بھی مفید نہیں۔

بھولا بھائی ڈیسائی

کسی تجویز کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے جو تجویز وار دھا میں پاس کی ہے اس سے ہماری حیثیت صاف ظاہر ہے۔ یہ تجویز غیر حقیقی طریقہ پر تیار کی گئی ہے یہ ہمارے سابق رویہ کے منافی ہے۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ اگر ہمیں موقع دیا جائے تو ہم اتحادیوں کا ساتھ دیں گے۔

راجہ جی

میرے خیال میں یہ ترمیم شدہ مسودہ اصل مسودہ سے چنداں مختلف نہیں۔ ہم برطانیہ اور جاپان سے اپیل کرتے ہیں۔ برطانیہ سے ہماری اپیل ناکام رہے گی لیکن کچھ نہ کچھ نتائج ضرور پیدا ہوں گے۔ کانگریس کی پوری کوشش کی از سر نو تعبیر کی جائے گی اور نئی تعبیر ہمارے خلاف چلنے کی جاپان سے کہا کہ "خوب ہوا"

میں اس سے متفق نہیں ہوں کہ اگر برطانیہ چلا جائے اور جاپان کچھ آگے بھی بڑھ آئے تو بھی ہندوستان کے لئے اپنی تنظیم کی کچھ گنجائش ہو گی۔ برطانیہ کے ہٹ جانے سے جو خلا پیدا ہو جائے گا وہ جاپان سے پُر ہو جائے گا برطانیہ کی برائیوں کا ہم پر یہ اثر نہ ہونا چاہئے کہ ہم معاملات کو صحیح پس منظر کے ساتھ دیکھنے اور سمجھنے کی صلاحیت ہی کھو بیٹھیں۔ ذرا ذرا سی بات پر پریشان ہو جانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ ہم جاپان کی گود کی طرف نہ جھکیں جو اس تجویز کا حاصل ہے۔

ڈاکٹر پٹا بھی

یہ مسودہ جامع اور مناسب ہے وقت آگیا ہے کہ ہمیں اپنی صحیح حیثیت کا احساس ہونا چاہئے کرپس کی پیش کردہ تجاویز کے رد کر دینے کے بعد رویہ پر دوبارہ غور کرنا چاہئے اور اپنی پوزیشن کو دوبارہ واضح کرنا چاہئے۔ موجودہ جنگ کے درمیان میں ہماری حیثیت وقتاً فوقتاً بدلتی رہی ہے۔ پونا کی تجویز بھی ہماری سابقہ پوزیشن میں ایک تبدیلی تھی۔ بمبئی کی تجویز پونا کی تجویز میں ایک تبدیلی تھی۔ بمبئی کی تجویز کے بعد سول نافرمانی کے بعد کرپس آئے۔

سردار پٹیل

میں دیکھتا ہوں کہ کمیٹی میں بین طور پر دو مختلف رائیں ہیں۔ ابتدائے جنگ سے ہماری یہی کوشش رہی ہے کہ ہم جو کچھ کریں لیکن اس موقع پر شاید ایسا ممکن نہ ہو گا مزید تاخیر نہ ہونی چاہئے غیر مبہم رویہ اختیار کیا ہے اگر ان کا پس منظر کمیٹی کے بعض ارکان کے ناموافق ہے تو دوسرا پس منظر جو پیش کیا جاتا ہے وہ ہمارے ناموافق ہے مسودہ کے پہلے چار پانچ پیراگراف کرپس مشن کے جواب میں ہیں۔ کرپس بہت ہوشیاری سے آئے ہیں وہ ادھر ادھر کہتے پھرتے ہیں کہ ان کا مشن ناکامیاب نہیں رہا۔ یہ مسودہ اس پروپیگنڈے کا مکمل جواب ہے۔

میں اس کے موافق نہیں ہوں کہ زمانہ سے سلسلہ جنبانی کی جائے۔ ہم کوششیں کر چکے ہیں اور کئی بار اپنے ہاتھوں توہین برداشت کر چکے ہیں۔ سو گولی آج دو طرف سے ارکھا چکی ہے۔ ایک طرف کرپس اور دوسری طرف راجہ جی کی تجویزوں نے ہمیں بے انتہا نقصان پہنچایا ہے۔

میں نے اپنے آپ کو گاندھی جی کے اصول سونپ دیا ہے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ میری

بقیہ صفحہ ۹ پر

حیدرآباد میں تغذیہ کا مسئلہ

نلگنڈہ اور نظام آباد میں تحقیقاتی کام کے نتائج

مالک محروسہ سرکار عالی میں تغذیہ کا تحقیقاتی کام ترقی پذیر ہے۔ گزشتہ سال اعلیٰحضرت بندگان عالی کی منظوری حاصل ہونے کے بعد اس کا آغاز ہوا تھا۔ اب اضلاع نلگنڈہ اور نظام آباد کی مساحت کے دوران میں جو نتائج اخذ کئے ہیں اور ان کی بنا پر جو سفارشیں کی گئی ہیں وہ معلوم ہو سکتی ہیں۔ ضلع نلگنڈہ میں تحقیقاتی کام اس غرض سے کیا گیا کہ فلوروسس سے پیدا ہونے والے پرانے امراض کا پتہ چلایا جائے۔ معلوم ہوا ہے کہ اس ضلع کے ان علاقوں میں جہاں غذاؤں کا محاسبہ کیا گیا آس پاس کے علاقوں یعنی ضلع محبوب نگر اور تعلقہ عالم پور ضلع رائچور کی نسبت فلوروسس مرض کی کثرت ہے۔ ضلع نظام آباد میں تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہاں امراض زردی (انگولر اسٹوماٹائٹس) اور گلاسائٹس کثرت سے موجود ہیں۔ یہ امراض ناقص غذاؤں کے باعث پیدا ہوتے ہیں۔

نلگنڈہ میں تحقیقاتی کام

گزشتہ سال اگسٹ اور ستمبر کے مہینوں میں تقریباً چار ضلع نلگنڈہ میں غذاؤں کا محاسبہ کیا گیا۔ اس زمانہ میں بارانی ہواؤں کے نہ چلنے کی وجہ سے قحط کے آثار پیدا ہو چلے تھے۔ اور اناج اور چارہ کی کاشت ناکام رہی۔ خوراک کی تحقیقات کے تحت ہر تعلقہ کے دو تین مواضعات میں سے جملہ (۰۰) خاندانوں کی غذاؤں کا معائنہ کیا گیا۔ اس طرح کل (۱۴۳۰) لوگوں کی خوراک کا جن میں زیادہ تر کاشتکار، زرعی مزدور، اور معمولی بیوپاری شامل تھے، امتحان کیا گیا۔ ان میں سے اکثر پست اقوام سے تعلق رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں ضلع چلکرتی تعلقہ حضور نگر کے ایک ... جن لباڑہ خاندانوں کی خوراک کا بھی امتحان کیا گیا۔ جو اس قوم کی عام خصوصیت کے برخلاف ضلع مذکور سے کچھ فاصلہ پر مستقل طور پر بود و باش اختیار کر چکے ہیں۔

خاندانوں کی تقسیم

ان خاندانوں کو ماہانہ آمدنی کے اعتبار سے پانچ گروہوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ آمدنی کا معیار کم سے کم پانچ روپے اور زیادہ سے زیادہ (۵۰) تا (۶۰) روپے رکھا گیا۔ علاوہ ازیں کل (۲۳۰۰) بچوں کا طبی امتحان کیا گیا تاکہ غذائیت کی کمی سے جو بیماریاں پیدا ہوتی ہیں ان کا پتہ چلایا جائے۔ ان بچوں میں (۱۲۰۰) سرکاری مدرسوں کے طلباء شامل تھے۔ تحقیقاتی کام کے لئے دیہاتوں میں سے ان لوگوں کو ترجیح دی گئی جو زیادہ تر باؤلیوں کا پانی پیا کرتے ہیں تاکہ اس پانی میں فلورین کا تناسب معلوم ہو سکے۔

عام خوراک۔

معلوم ہوا ہے کہ ان علاقوں میں اعلیٰ اوسط گھروں میں تو صرف چاول کھایا جاتا ہے۔ اکثر خاندان کبھی کبھی چاول کے بجائے جوار بھی استعمال کرتے ہیں۔ اناج کی مقدار غذا کی معاشی حالت پر منحصر ہے (۲۰) تا (۵۰) روپے ماہوار آمدنی رکھنے والے طبقہ میں دال کا استعمال مطلوبہ تناسب کے مطابق ہوا کرتا ہے۔ لیکن بقیہ تینوں طبقوں میں دال بہت کم استعمال ہوتی ہے۔ چربی اور تیلوں کا بھی یہی حال ہے۔ ساگ اور ترکاری کی بھی بہت کم مقدار اور بہت کم اقسام استعمال ہوتی ہیں۔ کسی بھی خاندان میں دودھ نہیں پایا جاتا۔

خوراک کا تجزیہ۔

خوراک کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوا کہ دوسرے نقائص کے علاوہ نچلے تین طبقوں میں کیلشیم اور حیاتین (الف اور ج) کا بہت کم استعمال ہوتا ہے۔ البتہ تمام طبقوں کی غذا میں پروٹین اور حیاتین (ب۔ الف) ضرورت سے زیادہ شامل رہتی ہے۔ تمام طبقوں میں نباتی تیلوں کا استعمال مطلوبہ تناسب سے بہت گھٹا ہوا ہے۔ اسی وجہ سے (۳۰۳) افراد میں سے (۲۰۹) لوگ ایسی بیماریوں میں مبتلا پائے گئے جو خوراک کے صحیح نہ ہونے کے باعث پیدا ہو جاتی ہیں۔ نچلے دو طبقوں میں خون کی کمی یا انیمیا کی بیماری عام ہے۔ سب سے پست طبقہ نہایت ناقص غذا استعمال کرتا ہے۔ البتہ ماہوار آمدنی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ غذا بہتر ہوتی جاتی ہے۔

فلوروسس کا مرض باشندوں کی معاشی حالت سے معکوس تناسب رکھتا ہے۔ خصوصاً دو مواضعات میں تو اس کی کثرت تھی۔ عام طور پر سب سے غریب لوگ بیماریوں کا زیادہ شکار بن گئے تھے حتیٰ کہ لباڑے بھی جو ساگ ترکاری کا زیادہ استعمال کرتے ہیں مرض فلوروسس سے نہ بچ سکے۔ اس مرض کی شدید شکلیں جن میں ہڈیوں اور جوڑوں پر اثر پڑتا ہے کہیں پائی نہیں گئیں۔ زیر تحقیق مواضعات میں باؤلیوں کے پانی کا امتحان کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ پانی میں فلورین کی مقدار جتنی زیادہ ہوا اتنا ہی مرض فلوروسس عام ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اس بات کا پتہ چلا کہ ناقص غذا استعمال کرنے والوں پر یہ مرض شدت سے حملہ کرتا ہے کیونکہ نچلے طبقوں میں اس کی کثرت محسوس کی گئی۔ ان تحقیقات سے یہ بھی پتہ چلا کہ اکثر سات اور بائیس سال کے درمیان عمر والے لوگ فلوروسس کا شکار ہوتے ہیں۔ اوپری طبقوں کے بعض بچوں پر یہ مرض غالب نہ آ سکا۔ حالانکہ وہ جو پانی استعمال کرتے تھے اس میں فلورین کی کافی مقدار ہوتی تھی۔ یہ بات بھی دیکھنے میں آئی کہ ایسے بچوں کی غذا میں چربی کا جز زیادہ تھا۔ تاہم یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ پانی میں فلورین کی مقدار زیادہ ہونے کے باوجود وہ کیوں فلوروسس سے بچے رہے۔

علاجی تدبیریں۔

خوراک کے موجودہ نقائص کو دور کرنے کی خاطر افسر تغذیہ نے اس امر پر زور دیا ہے کہ ان لوگوں کی خوش حالی اور بہتر خوراک کا انحصار ان کی معاشی حالت پر ہے، اس لئے انہوں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ زرعی پیداوار کو بہتر بنانے اور ان کی مقدار میں اضافہ کرنے کے علاوہ حکومت مواضعات میں وہاں کے ماحول کے اعتبار سے صنعتی پیشے کی مناسب صنعتیں رائج کرے۔ انہوں نے سفارش کی ہے کہ دیہی رقبوں میں ابتدائی تعلیم جبری کر دی جائے تاکہ وہاں کے دیہاتیوں کی نظر وسیع ہو اور وہ بالواسطہ طور پر بھی غذا میں استعمال کریں۔ انہوں نے اس خیال کی بھی تائید کی ہے کہ پروپگنڈے کے ذریعہ مختلف قسم کی غذاؤں کے فوائد دیہاتیوں کے ذہن نشین کئے جائیں۔ علاوہ ازیں حسب ذیل تجویزیں بھی پیش کی گئی ہیں۔ محکمۂ صحت عامہ اور رشتہ زراعت کے محکموں میں زیادہ سے زیادہ ربط اور تعاون قائم کیا جائے تاکہ ساگوں اور ترکاریوں کی کاشت میں اضافہ ہو اور ان جنسوں کے بجائے جن سے زیادہ آمدنی حاصل ہونے کی توقع ہو غذا میں کام آنے والے اناج زیادہ تر اگائے جائیں۔ غذا میں مختلف چیزوں ساگ دالوں، مختلف اناجوں اور تیل گھی اور دودھ وغیرہ کا عام استعمال ہو۔

ضلع نظام آباد۔

ضلع نظام آباد میں پانچ تعلقوں میں سے (۲۰) مواضعات میں تحقیقات کی گئیں۔ اس طرح کاشتکاروں، زرعی مزدوروں، بیوپاریوں اور پست طبقوں کے (۲۹۱) خاندانوں کی خوراک کا معائنہ ہوا۔ ان خاندانوں کو ماہوار آمدنی کے اعتبار سے چھ طبقوں میں تقسیم کیا گیا۔ اور پانچ روپے سے لے کر (۵۰) روپے یا اس سے زائد تک مختلف درجہ قرار دے رکھے۔ علاوہ ازیں اس ضلع کے (۱۹) مواضعات کے دیہاتی اور سرکاری مدرسوں میں جملہ (۱۵۹۸) طلبہ کی خوراک اور جسمانی صحت کا معائنہ کیا گیا۔ تحقیقات سے پتہ چلا کہ یہاں بھی نلگنڈہ کی طرح کٹا ہوا چاول اور جوار کا استعمال زیادہ ہے۔ کبھی کبھی نچلے طبقے راگی اور مالدار طبقے گیہوں استعمال کر لیتے ہیں۔ دالوں، ساگ تور، مونگ، اڑد کا استعمال خصوصاً نچلے طبقوں میں بہت کم ہے۔ دودھ تو کوئی بھی نہیں پیتا۔ البتہ معقول آمدنی رکھنے والے لوگ چائے کے ساتھ تھوڑا سا دودھ اور چھاچھ کی کافی مقدار استعمال کرتے ہیں۔ البتہ چند طبقوں میں ترکاریاں اور بھاجیاں وغیرہ بہت کم کھائی جاتی ہیں۔

خوراک کے اجزاء۔

غذاؤں کا تجزیہ کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ مجموعی حیثیت سے یہاں بھی خوراک نلگنڈہ کے دوسرے اضلاع سے بہتر ہے۔ اس میں کیلوریز اور پروٹین کی کافی مقدار ہوتی ہے۔ البتہ حیاتین الف اور (ج) کا تناسب ضرورت سے کم ہے کیونکہ بھاجیوں کا استعمال زیادہ نہیں ہوتا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں کی تمام قسم کی خوراکوں میں چربی زیادہ نہیں رہتی۔

غذا کو بہتر بنانے کی تدبیریں۔

افسر تغذیہ نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ متعلقہ حکام کو چاہئے کہ گاؤں میں کٹے ہوئے چاول کا استعمال کم کرائیں اور مختلف تدابیر سے اس بات کی کوشش کریں کہ بھاجیوں اور ترکاریوں کی زیادہ مقدار کھائی جائے۔ ساتھ ہی دیہاتیوں پر بھاجیوں کی افادیت واضح کرنے کے بعد ان کو گھروں کے پاس کے باغیچے لگانے کی ترغیب دے کر ... کیا جائے۔ غذا میں دال اور دودھ بھی شریک کرنے کی ترغیب دلائی جائے۔ انہوں نے اس ضلع میں [illegible] کی کثرت [illegible] کرنے کی ضرورت پر زور دیا [illegible]

ایک خطرناک کھیل

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

اس ملک کی سیاسی ترقی کو آگے بڑھانے کے لئے کانگریس جماعت کے سامنے دو راستے کھلے ہوئے ہیں۔ کانگریس کی جانب سے راست عمل یا تمام جماعتوں کی جانب سے جو قومی زندگی کے مختلف عناصر کی نمائندہ ہوں متحدہ مطالبہ مسٹر گاندھی اور کانگریس اول الذکر (راست عمل) کی طرف بہت مائل ہیں۔ بجز مسٹر گاندھی کے ہر شخص جانتا ہے کہ راست عمل ایک حد کے آگے بے سود ہے زیادہ بہتر ہے اگر کبھی اس کو کامیابی ہوئی بھی ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت برطانیہ نازی حکومت کی طرح حیوانی قوت استعمال کرنے کی عادی نہیں ہے اور وہ کسی اخلاقی تحریک کو دبانے کے لئے غیر اخلاقی طریقے استعمال نہیں کرتی۔ اس بات کو مسٹر گاندھی تسلیم نہیں کریں گے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خوش قسمتی سے مسٹر گاندھی کو اس امر کا تجربہ نہیں ہے کہ ان کی اجتماعی سیول نافرمانی کی تحریک کے ساتھ نازی کس طرح پیش آئیں گے۔ آن کے راست عمل کے نقشہ کو شروع ہونے سے پہلے ہی نازی ختم کردیں گے۔

اتحاد ضروری ہے

میرے ذہن میں یہ سوال گھوم رہا ہے کہ مسٹر گاندھی اپنے راست عمل کے طریقہ کی جانب کیوں لوٹ رہے ہیں اور کانگریس تنہا اس طریقے کو کیوں اختیار کررہی ہے جب کہ اس کا بے اثر ہونا ثابت ہوچکا ہے؟ وہ دوسرا طریقہ کیوں اختیار نہیں کرتے یعنی تمام جماعتوں میں اتحاد کرنا؟ کیوں مسٹر گاندھی مختلف جماعتوں کے لیڈروں کی ایک کانفرنس طلب نہیں کرتے تاکہ ان کے مطالبات معلوم کئے جاسکیں اور اگر کوئی اختلاف ہو تو رفع کیا جاسکے۔ یہ طریقہ آزمانے کے قابل ہے۔ تدبر کا بھی یہی راستہ ہے اور یہ ایسا راستہ ہے جو مختلف فرقوں میں دائمی امن قائم کرسکتا ہے۔ مگر مسٹر گاندھی نے کبھی ایسی کوشش نہیں کی اور میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ مسئلہ کو حل کرنے کے اس طریقے سے گریز کرنے کی مسٹر گاندھی کے پاس کیا وجہ تھی۔ یہ کہنا کہ جب تک برطانیہ یہاں موجود ہے کوئی سمجھوتہ ممکن نہیں میرے خیال میں دو معنے رکھتا ہے۔ یا تو اقلیتوں کے لیڈر برطانیہ کے ہاتھ میں محض آلۂ کار ہیں یا کانگریس خیال کرتی ہے کہ برطانیہ کے ہٹ جانے کے بعد سمجھوتہ کی گفتگو کرنا زیادہ مناسب ہے کیوں کہ قانون اور امن کا اختیار اس وقت کانگریس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس قابل ہوگی کہ اپنے شرائط جبراً اقلیتوں سے منوائے۔ اگر اول الذکر صورت ہے تو اقلیتوں کے لیڈروں کے کردار پر ایک نامناسب اور ناجائز حملہ ہے۔ کانگریس کو چاہئے کہ اپنے آپ کو نیکوکار سمجھنے کی روش ترک کردے اور یہ تسلیم کرلے کہ وہ لوگ بھی جو اس سے اختلاف رکھتے ہیں اچھے محب وطن ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اقلیتوں کے لیڈروں پر کانگریس اور کانگریس جرائد کے ایسے بے بنیاد حملوں سے فرقہ وارانہ سمجھوتہ کے منشا میں اور الجھن پیدا ہوگی۔ اگر ثانی الذکر صورت ہے یعنی کانگریس اقتدار اپنے ہاتھ میں لے کر جبراً اقلیتوں سے اپنے شرائط منوانا چاہتی ہے تو یہ اقدام بہت پر فریب ہے۔ دونوں صورتوں میں ظاہر ہوتا ہے کہ مسٹر گاندھی کے تدبر اور سیاست کا دیوالیہ ہوچکا ہے۔

مسٹر گاندھی نے ایک چیز کو محسوس نہیں کیا اور وہ جس قدر جلد محسوس کرلیں بہتر ہے۔ ہندو مسلم اتحاد قائم کرنا اور اچھوتوں کی خدمت کرنا ان کی سب سے بڑی سیاسی خوبی تھی جس کی کافی تشہیر کی گئی تھی۔ آج بیس سال کے بعد نہ تو مسلمان اور نہ اچھوت اقوام مسٹر گاندھی پر اعتماد کرتے ہیں۔ یہ ان کی زندگی کا سب سے بڑا المیہ ہے۔ اب بھی مسٹر گاندھی اقلیتوں کے لیڈروں کو مشورے کے لئے طلب کرسکتے ہیں۔ یہ کہنا بے سود ہے کہ یہ ہولناک مطالبات کررہے ہیں کیونکہ مسٹر گاندھی کے لئے ہر وقت یہ راستہ کھلا ہوا ہے کہ وہ اقلیتوں کے لیڈروں سے یہ مطالبہ کریں کہ امور متنازعہ کو بین الاقوامی ثالثی کے سپرد کیا جائے۔

عام پبلک کے لئے کوئی وجہ نہیں کہ مسٹر گاندھی کی اس غیر ضروری تحریک کا ساتھ دے۔ اقلیتیں مسٹر گاندھی کے ساتھ شریک نہیں کیونکہ مسٹر گاندھی دستور جدید کے تحت اقلیتوں کو ان کی حفاظت اور تحفظ کی صاف و صریح الفاظ میں ضمانت دینے تیار نہیں۔ ہم ایسے نازک دور سے گذر رہے ہیں کہ ہمارے وطن کی انجام دہی کے لئے صرف مسٹر گاندھی سے اختلاف کا اظہار کافی نہیں۔ فرض کا یہ تقاضا ہے کہ وہ لوگ جو مسٹر گاندھی کی تحریک پر اعتماد نہیں رکھتے اس تحریک کو صورت پذیر ہونے سے روک دیں۔ سنہ ۱۹۳۰ء کی تحریک سیول نافرمانی مسلمان اور پست اقوام اگرچہ اس میں شریک نہیں تھے، غیر جانبدار رہے۔ سنہ ۱۹۴۰ء کی صورت حال وہ نہیں تھی جو اب ہے۔ سنہ ۱۹۳۰ء میں صرف دو امکانات تھے۔ سیاسی اقتدار یا تو برطانیہ کے ہاتھ میں رہتا یا ہندوستانیوں کے ہاتھ میں منتقل ہوجاتا۔ اس وقت جاپان یا جرمنی کے گھس آنے اور ہندوستان کا مالک بن بیٹھنے کا کوئی امکان نہ تھا۔ اس امکان سے ہم اس وقت دوچار ہیں۔ اس وقت قانون اور امن میں انتشار پیدا کرنا جبکہ وحشی ہمارے دروازہ پر دستک دے رہے ہیں اور نہ صرف برطانیہ کو شکست دینا چاہتے ہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے ہم کو غلام بنانا چاہتے ہیں پاگل پن ہوگا۔ میرے خیال میں سنہ ۱۹۳۰ء کی تحریک سیول نافرمانی میں اور اس اجتماعی تحریک میں جس کی مسٹر گاندھی دھمکی دے رہے ہیں بڑا فرق ہے۔

مسٹر گاندھی اور کانگریس سارے ملک کی نمائندگی کرنے کے مدعی ہیں۔ یہ ایک غلط دعویٰ ہے۔ اس دعویٰ کو کسی شخص نے بھی چیلنج کرنے کی پرواہ نہیں کی۔ اس کی وجہ یہ احساس تھا کہ جب تک کانگریس ملک کے مفاد کو نقصان نہ پہونچا رہی ہو یہ بات اہمیت نہیں رکھتی کہ وہ سارے ملک کی نمائندہ ہے یا صرف اپنی جماعت کی۔ لیکن جب کانگریس جو صرف ایک جماعت ہے ایک ایسی پالیسی اختیار کررہی ہو جس سے سارے ملک کی عافیت اور سلامتی حتیٰ کہ آزادی کا امکان بھی خطرے میں پڑ رہا ہو تو دوسری جماعتوں کا یہ فرض ہوجاتا ہے کہ وہ غیر جانبداری کی روش ترک کرکے کانگریس کی مخالفت کریں خاص کر جبکہ وہ ملک کو انتشار کی طرف لے جارہی ہو۔ میں چاہتا ہوں کہ ہندوستانی دو چیزوں کو ذہن نشین کریں۔ اول یہ کہ ان کی منزل مقصود نازیت کے خلاف جمہوریت کی فتح کے ساتھ وابستہ ہے۔ بنا بریں اگر جمہوریت کو فتح حاصل ہوجائے گی تو کوئی چیز ہندوستان کو آزادی حاصل کرنے سے روک نہیں سکتی بشرطیکہ ہندوستانی متحد ہوجائیں۔ مجھے یقین ہے کہ مسٹر گاندھی کا اقدام اجتماعی ہے گل ہے اگر جمہوریت فتح حاصل کرے تو ہندوستان کی آزادی کے راستہ میں کوئی چیز حائل نہیں ہوسکتی۔ اس وقت ہندوستانیوں کا سب سے بڑا فرض یہ ہے کہ جمہوریت کی کامیابی میں مدد دیں۔ محض اصول کی خاطر نہیں بلکہ ہمارے ملک کے مستقبل کی خاطر ہمیں ایسا کرنا چاہئے۔ مسٹر گاندھی ایک بوڑھے آدمی ہیں اور انہیں عجلت ہے۔ ہندوستانیوں کو چاہئے کہ وہ عجلت میں کوئی ایسا کام نہ کریں جس پر انہیں فرصت کے وقت افسوس کرنا پڑے۔

"چلے جاؤ" کے مطالبہ سے پنڈت نہرو کا اختلاف

بقیہ سلسلہ صفحہ (۸)

طور پر صحیح کہتے ہیں۔ میرا مطلب ان کی رہنمائی سے ہے جو وہ تمام نازک موقعوں پر کرتے رہتے ہیں۔

بمبئی میں ... آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے اجلاس کے موقع پر بھی طریق کار میں اختلاف تھا لیکن گفت و شنید کا دروازہ بند تھا۔ بروولی میں یہ بات واضح کی گئی کہ دروازہ بھی کھلا ہے۔ اور ہماری ہمدردیاں اتحادیوں کے ساتھ ہیں۔ وقت آگیا ہے کہ آپ پے در پے توہین برداشت کرنے کے بعد بالآخر یہ دروازہ بند کردیا جائے۔ جو مسودہ ہمارے سامنے ہے میں اس کے موافق ہوں۔ اگر اس مسودہ میں اتحادیوں کے موافق کوئی اشارہ ہو تو اسے نکال دیا جائے۔

پبلک کارکنوں کے مشاغل

مسٹر وسنت راؤ کی صدارت میں مہاراشٹر اودیا تھی گرتی منڈل کا ایک جلسہ ہوا جس میں سال رواں کے لئے انتخابات عمل میں آئے۔

آندھرا مہاسبھا ورنگل کی مجلس عاملہ کے انتخابات ۱۰ اگست کو عمل میں آئیں گے۔

حیدرآباد لوک سبھا کی جانب سے جو "یوم تلک" منایا جانے والا تھا وہ بعض وجوہ سے ملتوی ہو گیا تھا۔ اب یہ یوم تلک یکم مہر کو مسٹر شنکر راؤ بورگاؤں کر کی صدارت میں مقام مندر میں منایا جائے گا۔

سوامی رامانند تیرتھ آل انڈیا اسٹیٹس پیپلز کانفرنس میں شرکت کے لئے خصوصی دعوت پر بمبئی روانہ ہوئے۔ توقع کی جاتی ہے کہ پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ جو اس کانفرنس کے رکن ہیں بمبئی روانہ ہوں گے۔

گزشتہ ہفتہ کو ورکنگ ایجوکیشنل سوسائٹی کے سالانہ انتخابات عمل میں آئے اور راجہ پنالال صدر منتخب کئے گئے۔

مسٹر جناردن راؤ دیسائی نائب صدر کرناٹک کانفرنس اور مسٹر رام کشن دھوت معتمد کپاوی پرچار سنگھ جگتیال کپاوی بھنڈار سنگھ کے افتتاح کے لئے گئے ہوئے تھے مدہ واپس آئے۔

آریہ سماج مندر سلطان بازار میں زیر صدارت مسٹر تریبہ ہندی پرچار منڈل کے زیر اہتمام ایک جلسہ تقسیم اسناد ہندی منعقد ہوا۔ اس موقع پر پنڈت پرتاپ کاری نے تقریر کرتے ہوئے حکومت کی تعلیمی پالیسی پر نکتہ چینی کی۔

مسٹر بی جی کلکرنی وکیل ہائی کورٹ معتمد مہا ودیالیہ منڈل یوم تلک کے سلسلہ میں پونہ روانہ ہوئے۔

نواب بہادر یار جنگ بہادر صدر مجلس اتحاد المسلمین نظام آباد کے دورہ پر روانہ ہوئے۔

۱۵ رجب کے اواخر میں جمعیۃ المشائخ کی سالانہ کانفرنس منعقد ہوگی۔ ۱۰ رجب کو مجلس استقبالیہ تشکیل دیجائیگی۔

نواب بہادر یار جنگ بہادر کی صدارت میں ۲۰ رجب کو یوم خود مختاری مملکت آصفیہ منایا جائے گا۔

مجلس اتحاد المسلمین بلدہ کی حلقہ بندی کا ایک جلسہ منعقد ہوا جس میں یہ قرارداد منظور کی گئی کہ

یہ اجلاس محترم عبدالصمد سراج الدین صاحب کی بے لوث خدمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور عاملہ ملکی مجلس کے حالیہ بیان کو دلی رنج کے ساتھ دیکھتے ہوئے یہ محسوس کرتا ہے کہ ان کی پرخلوص مساعی اور صداقت شعاری کو نظر انداز کر دیا گیا اور مجلس شوریٰ کو ایک آزادانہ تحقیقات کا موقع دینے کے بجائے اپنی رائے اور مشورہ کا اظہار کر کے اسے متاثر کر دیا۔ قرارداد میں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ ایک آزاد تحقیقاتی کمیشن کا تقرر کیا جائے۔

اشتہار

مجریہ عدالت دیوانی منصفی صوبہ نظام آباد واقع ۱۰ ماہ مہر ۱۳۵۱ ف

مہر ۲۶ اسفندار ۱۳۵۱ ف باجلاس مولوی میر جعفر علی مددگار ناظم عدالت

دوکان محمد امین زین الدین — مدعی

بنام

محمد کریم الدین — مدعی علیہ

دعوے

زر نقد (للعہ) سکہ عثمانیہ

بنام محمد کریم الدین ولد ...... قوم شیخ عمر ۲۴ سال پیشہ تجارت از علاقہ مولوی زین العابدین صاحب ناظم انگلا ساکن اودگیر ضلع بیدر شریف۔

مقدمہ مندرجہ عنوان میں تمہارے نام بمقام اودگیر و موضع ... کی سمن اجراء کئے گئے۔ ہر دو جگہ سے سمن بلا تعمیل واپس آئے ہیں اس لئے تم کو ذریعہ اشتہار ہذا اطلاع دیجاتی ہے کہ تم اصالتاً یا وکالتاً بتاریخ ۲۴ مہر ۱۳۵۱ ف وقت ۱۰ بجے حاضر عدالت ہو کر جوابدہی و پیروی مقدمہ کرو بصورت غیر حاضری حسب ضابطہ کارروائی عمل میں آئے گی۔

ثبت دستخط

منتظم عدالت